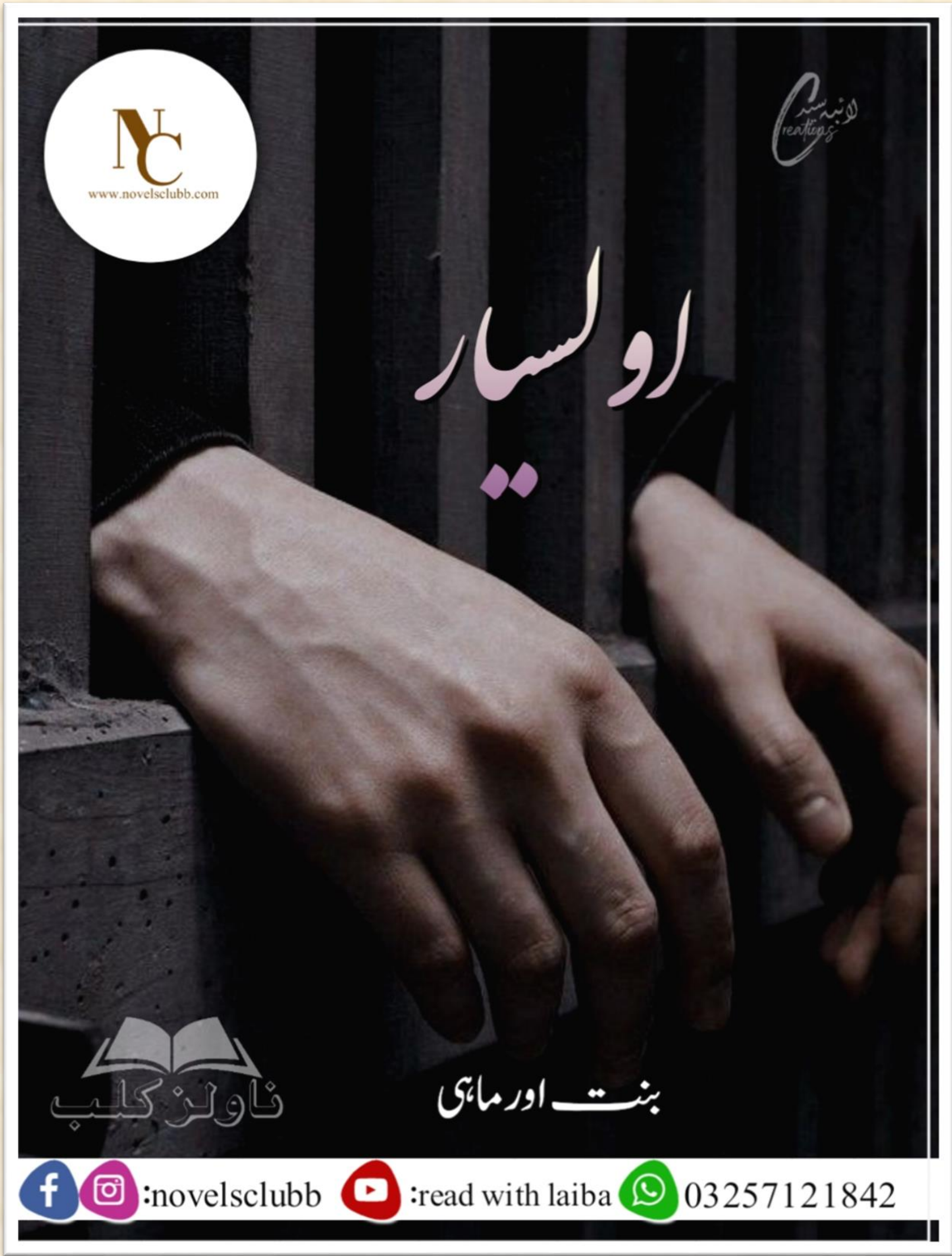
www.novelsclubb.com
اولسیار
بنت اور ماہی
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

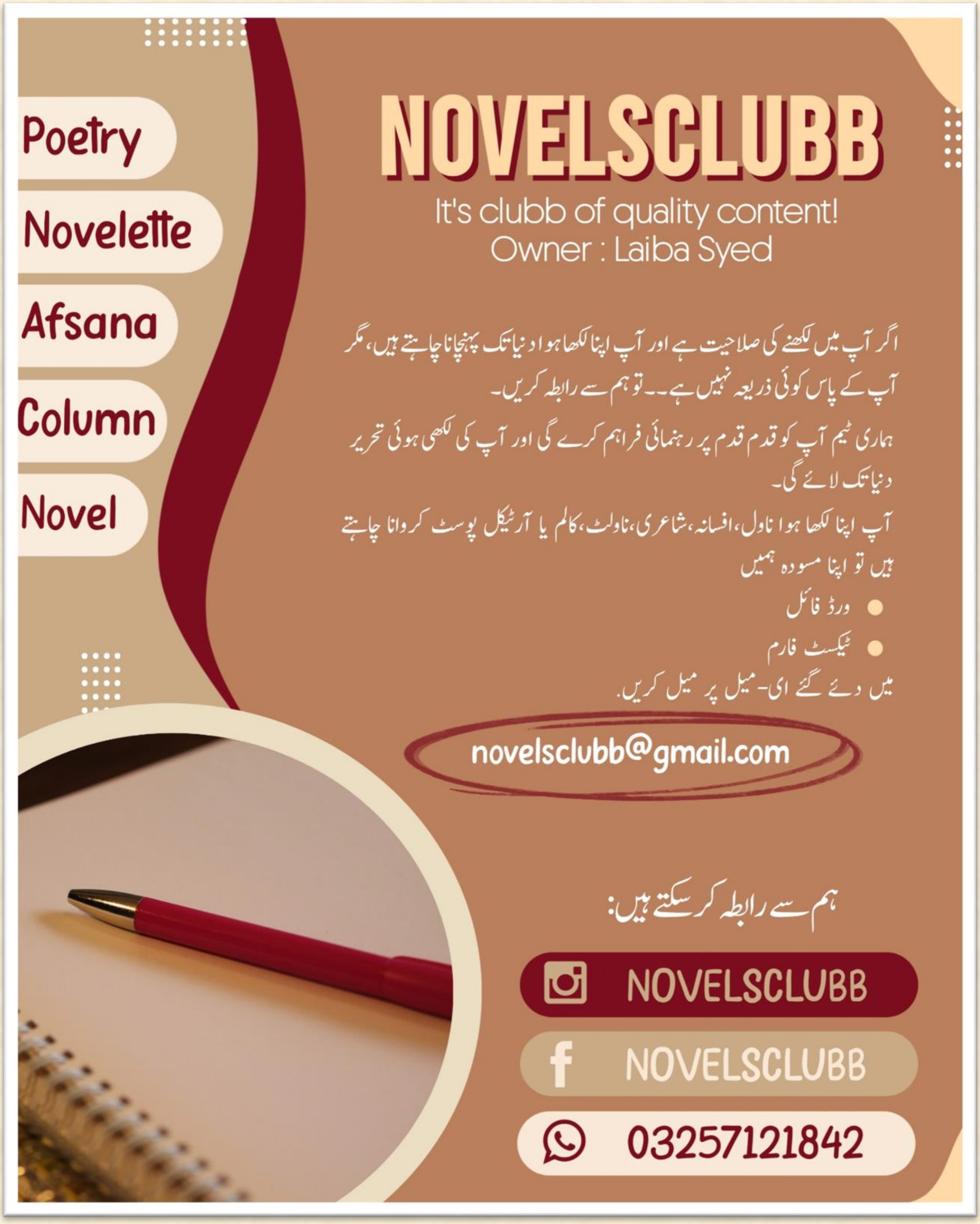
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

اولسیار

از قلم

بنت اور ماہی

Clubb of Quality Content!

رات کی سیاہی نے دم توڑا تو صبح کی سفیدی اپنے پنجے ہر سو پھیلانے کی تگ ودو کرنے لگی۔ لیکن کچھ حصے اب شاید ساری عمر سیاہی کی عکاسی کرنے والے تھے۔ فضا میں سائرن کی آواز گونج رہی تھی۔ پیٹرولنگ پولیس کی دو گاڑیاں آگے پیچھے آکر رکی تھیں۔ کچھ چھوٹے صحافی قلم کاغذ ہاتھ میں اٹھائے واقعے کے متعلق اہم معلومات جاننے میں مصروف تھے۔ ان میں اگر تم اس سفید حجاب سر پر اوڑھے کھڑی لڑکی کو دیکھو تو وہ اپنے قلم کو حرکت دیتے کچھ ایسے الفاظ لکھ رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

اولسیار۔۔ قتل۔۔ مقتول کی لاش نہ مل سکی۔۔"

وہ اپنی انگلیوں کو حرکت دے رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں دستانے تھے جن سے صرف اس کی انگلیوں کا کچھ حصہ نظر آتا تھا۔ سائرن کی آواز قدرے کم ہوئی تو اسے پولیس اہلکار سامنے کھڑی اونچی عمارت میں جاتے دکھائی دیے تھے۔ اس نے اندر جانے کی کوشش نہ کی تھی۔ چند لمحے گزرے تھے کہ پولیس سمیت ایک شخص باہر آیا تھا۔

اس کے ہاتھ ہتھکڑی میں مقیت تھے۔ پیروں میں پشاوری چپل تھے جو بمشکل اس کے پاؤں میں اڑسے تھے۔اس کی سفید قمیض پر سیاہ دھبے تھے جو تم غور سے دیکھو تو خون معلوم ہو گا۔

وہ اسے گھسیٹتے ہوئے پولیس موبائل میں بٹھا رہے تھے۔وہ کسی بھی قسم کی مذمت نہیں کر رہا تھا۔اس کی آنکھیں ہر تاثر سے خالی تھیں۔چہرے پر ہلکی داڑھی تھی۔وہ بلاشبہ رعبدار شخصیت کا مالک تھا لیکن فلوقت اس کی ساری انا جیسے

مٹی میں مل چکی تھی۔

پولیس موبائل گئی تو ایک لڑکی دروازے میں آکھڑی ہوئی۔وہ اس کی جانب بڑھی تھی۔

"اولسیار خان نے اپنی بیوی کا قتل کیوں کیا؟آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟اس نے سوال داغا تو لڑکی نے اسے گھورا تھا۔

اس کے جسم میں سنسنی سے دوڑ گئی۔

اس کی آنکھیں سرخی مائل ہو رہی تھیں۔وہ شاید روتی رہی تھی۔

"اولسیار میرا کچھ نہیں لگتا۔"اس نے کہتے ہی دروازہ کھٹ سے بند کیا اور پھر پلٹ گئی۔

اس کی قدموں میں جہاں روانی آئی تھی وہیں آنسو تواتر سے بہنے لگے۔اولسیار نے قتل کر دیا

تھا یہ خیال ہی سوانح روح تھا لیکن وہ اس کے جرم پر پردہ رکھنے والوں میں سے نہ تھی۔

رات بڑھ رہی تھی لیکن اس کی زندگی کا اندھیرا جیسے ابھی چھٹا تھا۔ کمرے میں اس وقت ہلکی سی روشنی تھی جو سنگھار میز میں نسب لائٹوں سے ہی آ رہی تھی۔ آئینے میں اس کا نازک سراپا واضح تھا۔

ہیزل رنگ کی آنکھیں، اٹھی ہوئی ناک اور چھوٹے سے ہونٹ۔ اس کی صراحی دار گردن پر اس کے لمبے سیاہ بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ اپنا بغور جائزہ لے رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں الوہی سی چمک تھی۔ خوابوں کی تکمیل ہو جانے سے کچھ دیر پہلے جیسی چمک۔ وہ دبلی پتلی سی بائیس سالہ لڑکی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں موجود کنگھا آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں چل رہا تھا۔ اس کے موبائل پر ہوتی رنگ سے وہ ٹھٹکی تھی اور پھر وہ نام پڑھ کر مسکرائی تھی۔ سنگھار میز پر پڑے موبائل کو اس نے اٹھا کے کان سے لگایا تھا۔

"آپ کا اوڈیشن (Audition) سر کو پسند آیا، خولہ۔" دو دن بعد سر کے ساتھ تمہاری میٹنگ ہے۔ وقت پر آ جانا۔ جگہ میں تمہیں ٹیکسٹ کر دوں گی۔" دوسری جانب سے کسی

لڑکی نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"میں آجاؤں گی۔" وہ کہتی سنگھار میز کے پاس سے اٹھ گئی تھی۔

کال کٹ گئی تھی۔ وہ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھی۔ کمرے کو روشنی سے منور کیا۔ اس کا سیاہ پیروں کو چھوتا گاؤن چمک دمک کر رہا تھا۔ وہ بلاشبہ بہت حسین تھی۔ اپنے حسن کی بدولت وہ شوبز میں اپنا کیریئر شروع کرنے والی تھی اور اس کی پہلی سیڑھی پر قدم وہ اب سے دو دن بعد رکھنے والی تھی۔ کچھ دن جہاں صبر کیا تھا وہاں دو دن اور سہی۔

اس کی ایف۔آئی۔آر کاٹی جا چکی تھی۔ وہ اس وقت جیل میں سلاخوں کے پیچھے بیٹھا تھا۔ سلاخوں کے اس پار وہ ایک لڑکی کو دیکھ سکتا تھا جو اشتیاق سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے رخ موڑ لیا۔

"اس کی بہن نے کٹوائی ہے۔ بیوی کو قتل کر کے نہ جانے کہاں پھینک آیا ہے۔" کسی نے لڑکی کو سنانے کی غرض سے کہا۔

وہ آہ بھر کے رہ گیا۔

"کل پیشی ہے تیری" ایک پولیس والے نے اسے بتایا تھا اور وہ بس سر جھٹک کے رہ گیا۔

کچھ دیر گزری تھی کہ اسے پھر سے اس کی آواز آئی۔

"ملاقات آئی ہے تیری" وہ کہہ کے پلٹ گیا۔

کچھ دیر گزری تھی اور پھر اسے وہ دکھائی دی۔ وہ اب بھی صبح والے کپڑوں میں ملبوس تھی۔

اس نے خود کو سیاہ بڑی چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔

"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا، لالہ رخ۔" وہ اسے دیکھتے ہی بولا تھا۔

"مجھے بھی یہی کہنا چاہیے لالا لیکن تم نے اس کے ساتھ برا کیا ہے۔ تم تو لوگوں کا احساس کرنے والا تھا، تم اپنی بیوی کو کیسے۔۔" الفاظ اس کے حلق میں ہی دم توڑ گئے تھے۔

"مجھے تم سے نفرت ہونے لگ گیا ہے لالا۔۔"

وہ چپ ہو گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ کوئی صفائی دے۔ مگر کچھ دیر بعد بولا بھی تو بس چند لفظ۔

"یہاں سے چلا جاؤ بچا"

اور وہ پلٹ گئی۔ وہ ہمیشہ سے اس کی ہر بات مانتی تھی۔

آج اس کی عدالت میں پیشی تھی۔لالہ رخ آج بھی وہاں موجود تھی۔راولپنڈی کی کچہری کے قریب وہ کافی دیر کھڑی رہی اور پھر وہ اس سیاہ دروازے کو عبور کر گئی۔بھانت بھانت کے لوگ اور بولیاں اس کی سماعت سے ٹکرائی تھیں لیکن وہ اپنی سیاہ چادر کو مضبوطی سے تھامے آگے بڑھتی رہی۔مختلف وکلاء اس کے آس پاس سے گزرے تھے۔اسٹام فروش اور کھانے پینے کے چھوٹے سٹال بھی جگہ جگہ موجود تھے۔کوئی دیوار ایسی نہ تھی جہاں کسی وکیل کا نمبر و پتہ نہ لکھا ہو۔چھوٹی سی گلی لوگوں سے بھری پڑی تھی۔تقریباً سات سے آٹھ منٹ کی مسافت کے بعد وہ اب دوسرے حصے میں آگئی تھی وہیں جہاں عدالت موجود تھی۔

سڑک کو پار کر کے وہ اپنے مطلوبہ حصے کی جانب بڑھی تھی۔ہر جگہ بھیڑ تھی۔وکلاء سیاہ اور سفید کپڑوں میں ملبوس اپنے کام میں مگن تھے۔جب وہ اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچی تو اس کا سامنا اپنی وکیل سے ہوا تھا۔وہ چالیس پینتالیس سالہ خاتون تھیں۔

"تم مجھے اپنا کیس سمجھاؤ۔میں پھر اس لحاظ سے ڈیفنس کروں گی۔" خاتون نے کہا تو اس نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔

جب یہاں تک وہ اکیلے آگئی تھی وہ آگے بھی جا سکتی تھی۔

"اولسیار نے اپنی بیوی کو قتل کیا ہے۔ کل میں نے اس کے کمرے میں خون بھی دیکھا تھا اور وہ چھری بھی جو میں نے پولیس کو دی تھی۔ لالا کے کپڑوں پر بھی خون تھا اور جب میں نے لالا سے پوچھا بھابھی کدھر ہے تو اس نے کہا وہ مر گئی۔ بھابھی آج کل غصے میں رہتی تھی۔ مجھے لگتا ہے لالا نے غصے میں اس کا جان لے لیا ہے۔ اس کا تھوڑا سا خون اب بھی کمرے میں موجود ہے۔ لالا کو سزا دلوا دو۔۔ اس سے پوچھو میری بھابھی کو وہ کہاں پھینک آیا ہے۔" وہ کہہ رہی تھی۔

اس کی آنکھیں جورت جگے سے پہلے ہی سرخ تھی اب رونے سے مزید ہو گئی تھیں۔ وہ اپنی وکیل کو کیس کے متعلق سمجھا رہی تھی۔ اس نے اپنے دوپٹے سے ناک سے نکلتے پانی کو صاف کیا تھا۔ کچھ دیر گزری تھی جب اولسیار اسے دو پولیس اہلکاروں کے ساتھ دکھا تھا۔ اس کے ہاتھ آج بھی ہتھکڑی میں قید تھے۔ بس وہ ہتھکڑی ایک زنجیر سے جڑی تھی جو ان میں سے ایک اہلکار کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اس کے پاس رکے بنا اسے آگے لے گئے تھے۔

اس نے اپنی آنکھیں میچ کر خود کو رونے سے روکا تھا۔ عدالت میں کیس کی سنوائی ہوئی تو اسے سات روزہ جسمانی ریمانڈ ملا تھا۔ وہ واپس جیل جا چکا تھا اور لالہ رخ گھر۔ اس سب سے

بے خبر کہ جسمانی ریمانڈ کیا ہوتا ہے اور اس کے لالا کے ساتھ اگلے سات دن کیا ہونے والا تھا۔ ورنہ وہ یقینی طور پر خاموش رہنا پسند کرتی۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں اکڑوں بیٹھی تھی۔ وہ آج کل یونیورسٹی نہیں جا رہی تھی۔ وہ گھر پر اکیلی تھی۔ اس کا موبائل بجا تو اس نے ارد گرد نظر دوڑائی۔ موبائل دور پڑا تھا۔ وہ جب تک اٹھ کے اس تک گئی کال کٹ چکی تھی۔ وہ اسے اٹھا کے دیکھنے لگی تھی کہ کال پھر سے آگئی۔ سکرین پر اماں بی چمک رہا تھا۔

اس کا دو پل کو دل چاہا کہ وہ کال اٹھاتے ہی انہیں سب بتا دے لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ ترک کرتے ایسے ہی موبائل اٹھا کے اسے کان سے لگا لیا۔

"السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ، اماں بی۔ خیریت؟ کیسی ہیں آپ؟"

اس نے ہمیشہ کی طرح انہیں پورا سلام کیا تھا ورنہ وہ خفا ہو جاتی تھیں اور وہ اپنی اماں بی کو ناراض نہیں کر سکتی تھی۔

"وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ بچا۔ میں ٹھیک نہیں ہوں، لالہ رخ، بائی کاں ہے؟" (بھائی

کہاں ہے؟)

وہ کہہ رہی تھیں اور وہ خاموش ہو گئی تھی۔بی اماں کی اردو صاف نہ تھی۔اس میں ہمیشہ پشتو کی آمیزش رہتی تھی۔

کل ہی تو وہ جسمانی ریمانڈ پر چلا گیا تھا وہ ان کو کیا بتاتی؟

"اماں بی، لالا باہر۔۔"

"لالہ رخ۔۔"وہ کہہ رہی تھی جب بی اماں نے اسے ٹوکا تھا۔"تم میرے سے جھوٹ کیوں بول رہا ہے بچا؟تم نے خبر دیکھی ہے؟تم میرے کو بتاؤ نور ٹھیک ہے؟نور کدھر ہے بچا؟بتاؤ مجھے اولسیار نے کچھ نہیں کیا اس کے ساتھ۔بولو نہ بچے۔۔"

وہ اب اس کی منت کر رہی تھیں۔وہ خاموش رہی تھی۔فون کو کان اور کندھے کے بیچ میں پھنسا کر اسنے کمرے کی دیوار میں نسب ٹی وی آن کیا تھا اور ساتھ ہی یوٹیوب آن کیا۔ریموٹ پر اس کی انگلیاں رفتار سے چل رہی تھیں۔یوٹیوب کی سرچ بار میں کچھ لکھا جا رہا تھا۔اس نے آخری لفظ لکھا۔اب سارے لفظ معنی رکھتے تھے۔

"OlasyarCase(اولسیار کیس)"

اسنے اوکے کر کے سرچ کر دیا تھا۔ سامنے بہت سی ویڈیوز کھلتی چلی گئی تھیں۔ ہر ایک پر سرخ رنگ سے اولسیار کیس لکھا تھا۔ کسی پر خبر کو بڑھا چڑھا کر کچھ ایسے لکھا تھا۔

'بیوی کو قتل کر کے لاش گمشدہ۔۔ تفتیش جاری۔'

اس نے ان میں سے ایک خبر لگادی تھی۔ ٹی وی کی آواز بند تھی۔

"لالہ رخ۔۔"

اب کے اسے پھر سے کسی کی آواز آئی تھی۔ وہ اس کی تایا تھے۔

"جی بڑے ابو؟" اس نے بمشکل پوچھا تھا۔

"اولسیار نے قتل کر دیا نورے کا؟" دوسری جانب سے ان کی آواز آئی تو اسے ایسے لگا جیسے کسی کھائی سے آرہی ہو۔

ان کے لیے یقیناً اس بات پر یقین کرنا مشکل تھا کہ ان کے بیٹے جیسے بھانجے نے اپنی بیوی کا قتل کر دیا تھا۔ وہ بیوی جس سے وہ بے تحاشہ محبت کرتا تھا۔ جس کے کہنے پر اسے ہنزہ سے راولپنڈی لے گیا تھا۔ گھر والوں کی رضامندی کے بغیر۔

وہ اولسیار کیسے اپنی بیوی کو قتل کر سکتا تھا؟

لیکن یہ بات اتنی انہونی بھی نہ تھی۔اس کے باپ نے بھی تو غیرت کے نام پر اپنی بیوی کو قتل کیا تھا۔۔وہ کیسے نہیں کر سکتا تھا؟بس یہی وجہ تھی کہ وہ یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھے۔

"مجھے نہیں پتا،ابو۔"وہ بولی تو آواز رندھی ہوئی تھی۔

آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر باہر آ جانے کو بے تاب ہو رہے تھے۔حلق بھاری محسوس ہو رہا تھا جیسے وہاں کچھ پھنس گیا ہو۔ہاں شاید اسے سانس لینے میں بھی مشکل پیش آ رہی تھی۔

"بھابھی کا خون تھا کمرے میں۔۔اور لالا بھی تو کچھ نہیں بتا رہا نا۔۔اس سے پوچھا تو وہ کہہ رہا تھا اس

نے کر دیا قتل۔۔لالا۔۔۔"

وہ اب کی ہچکیوں کے ساتھ رو دی تھی۔اس کے آنسوان کے دل پر گر رہے تھے۔

"تمہارا نام بھی خبروں میں گردش کر رہا ہے بچے۔تم کو اس پر ایف آئی آر نہیں کٹوانی چاہیے تھی۔ہم قبیلے کا جرگہ بٹھا کر اس کا فیصلہ کر دیتے۔۔۔"

کچھ منٹوں بعد جب اس کی آنسوؤں میں کچھ کمی آئی تو وہ بولے تھے۔لالہ رخ اب کے زمین

Clubb of Quality Content!

پر بیٹھ گئی تھی۔

"اگر جرگے میں فیصلہ ہوتا تو وہ لالا کو مار دیتے۔ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے۔ پر اس طرح لالا کو سزا ہو گی۔۔ میں اس کے سزا کم کروالوں گی۔ وہ زندہ رہے گا۔۔ بابا نے اماں کو مارا تھا تو وہ بھی نہیں بچا تھا لالا کو نہیں کھو سکتی میں۔ بیشک پھر آپ مجھے باغی کہیں۔"

وہ تنز کر رہی تھی۔ اس کے انداز و لہجے میں قبیلے کے سرداروں اور جرگوں کے خلاف نفرت تھی۔

"بچا۔۔" بی اماں کی آواز اسے پھر سے سنائی دی تھی۔

"ہمیں کسی سے بات نہیں کرنا، اماں بی۔ خدائے پامان۔" اس نے کہتے ہی موبائل سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

دوسری جانب اس کے تایا اور بی جان راولپنڈی روانگی کے سفر کی تیاریاں کر رہے تھے۔

-------——

یہ ایک بوسیدہ سا کمرہ تھا۔ ہر طرف عجیب بدبو تھی جو نتھنوں سے ٹکراتی اس کے ذہن کو ماؤف کر رہی

تھی۔وہ پچھلے سات گھنٹے سے الٹا لٹکا ہوا تھا۔اس کی کمر پر سرخ لکیریں تھیں جواب جامنی پڑنے لگی تھیں۔ایک پولیس اہلکار اس کے سر پر کھڑا تھا جو پچھلے آدھے گھنٹے سے اس سے تفتیش کے ساتھ ساتھ اس کی خاطر تواضع بھی کر رہا تھا۔وہ کراہتا اور پھر بے جان ہو جاتا۔

اسے مشکل حالات سے لڑنا سکھایا گیا تھا لیکن کسی نے یہ نہیں سکھایا تھا کہ جب تم قید ہو تو کیا کرو؟بس کھلے میدان میں پستول تھما کے نشانے پر فائر کرنا سکھایا گیا تھا یہ نہیں کہ اگر پستول نہ ہو تو اسے کیسے حاصل کریں۔غرض بنیادیں مضبوط کیے بنا عمارت کھڑی کر دی گئی تھی جو کچھ گھنٹے کی مسلسل توڑ پھوڑ سے اب گر کر چکنا چور ہو گئی تھی۔

اولسیار نے یقین کر لیا تھا کہ وہ مر جائے گا۔لیکن یہ طے تھا اس کی لاش بھی نہیں بتائے گی کہ اس نے نور کو کہاں پھینکا ہے۔

وہ ڈھیٹ ہمیشہ سے مشہور تھا۔

ڈھیٹ تھا اسی لیے بیوی کے کہنے پر بہن کو لیے دوسرے شہر آ بسا تھا۔

ڈھیٹ تھا اسی لیے سرداری ٹھکرا دی تھی۔ڈھیٹ تھا اسی لیے خود کے آگے ہار مان گیا تھا۔

ہاں وہ ڈھیٹ تھا۔

وہی اولسیار جو لوگوں کو دوست رکھتا تھا۔ وہی اولسیار جس سے ایک بار بات کرو تو دوبارہ بات

کرنے کو

دل چاہے۔

وہی اولسیار جو لوگوں کے چہرے پڑھ کر، ان کے انداز سے، ان کے اندر کے سچ کو ان کے

آگے کھول کر رکھ دیتا تھا۔

ہاں وہ ڈھیٹ اولسیار ہی تھا جو لوگوں کو دوست رکھنے کے باوجود اپنی بیوی کو دوست نہ رکھ

سکا۔ جو اسے ایسے جہاں میں دھکیل آیا تھا جہاں سے واپسی اب شاید ممکن نہیں تھی۔

اولسیار نے اپنی نور کو قتل کر دیا تھا اور اب وہ بے حس تھا۔

'اُس کی لاش سے کیا وہ اس کی کٹی رگ دیکھنا چاہتے ہیں؟' اس نے تلخی سے سوچ کر سر جھٹک

دیا تھا۔

"کہاں پھینکا ہے اُسے؟" پولیس اہلکار نے طیش سے پوچھا تھا۔

وہ ویسے ہی بے حس بنا رہا۔ دماغ مائوف ہو چکا تھا۔ اسے نیند آرہی تھی جس وجہ سے اس نے

آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

وہ کچھ نہ بولا تو اہلکار نے لتر (لیدر کا بیلٹ جو کہ پولیس تفتیش میں تشدد کرنے کے لیے عام طور پر استعمال ہوتا ہے) اسے گھما کر پوری قوت سے مارا تھا۔

اس کے حلق سے چیخ نکلی تھی جسے اس نے ضبط کرنے کی حتی الامکان کوشش کی تھی۔

اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

یہ طے تھا وہ نہیں بولنے والا تھا۔

دو دن گزر چکے تھے۔ آج اس کی میٹنگ تھی۔ ابھی صبح کے نو بج رہے تھے۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی نہا کر باہر نکلی تھی جس کی وجہ سے اس کے بالوں میں تولیا تھا جس میں اس کے بال قید تھے۔ وہ اپنی الماری کے جانب بڑھی تھی جہاں بیش قیمت کپڑے ٹنگے تھے۔ اس نے سرخ رنگ کی لمبی قمیض اور ساتھ ٹائٹس نکال کے بیڈ پر رکھی تھی۔ پھر وہ پنچوں کے بل نیچے بیٹھی تھی تاکہ اپنے لیے جوتے نکال سکے۔ اس نے دراز کھولا تو اس کے سامنے ہی سرخ ہیل پڑی تھی اور ساتھ ایک بیگ۔ وہ کچھ پل اس بیگ کو دیکھتی رہی جس سے اس کی عجیب سی یاد جڑی تھی لیکن وہ اس سے چاہ کر بھی نہیں پھینک پاتی تھی۔ وہ اسے ماضی کی یاد دلاتا تھا جو بھیانک

تھا۔بے حد بھیانک۔

فنکارہ بننا آسان نہیں ہوتا،اس کے لیے بہت کچھ گنوانا پڑتا ہے اور کبھی کبھار اپنا آپ بھی۔

اس نے ٹھک کی آواز کے ساتھ دراز بند کر دیا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔اس نے بال سکھائے،انہیں ہلکا سا کرل کیا اور پھر میک اپ کر کے کپڑے تبدیل کیے۔

پاؤں میں ہیل اڑسی اور آخری نظر آئینے میں خود کو دیکھتے اس نے اپنی سرخ لپسٹک کے رنگ کو گہرا کیا۔سرخ رنگ اس کی سفیدی مائل رنگت پہ بے حد جچتا تھا۔

اس نے اپنے سفید ہینڈ بیگ میں ضرورت کی چیزیں رکھیں اور گھر سے نکلتے اپنی منزل کی طرف رواں ہوئی۔

یا شاید وہ خود کو جہنم میں دھکیلنے والی تھی۔

شاید اس کا ماضی پھر اتنا بھیانک نہ رہتا جتنا اس کا حال ہونے والا تھا۔لیکن یہی تو تقدیر ہے اور ہماری قسمت۔

انسان فیصلے خود کرتا ہے۔

اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔

Clubb of Quality Content

تقدیر تو ایسے ہی ہے جیسے ہر راستہ ایک نقشے پر لکھا ہو۔اب آپ کون سا چنتے ہیں یہ تو آپ پر منحصر ہے۔ پھر اس میں قسمت کو کیوں برا کہنا؟ فیصلہ تو ہم خود لیتے ہیں۔ لیکن یہ کم عقل انسان جو خود کو نجانے کیا مانتا ہے سمجھے تو نا۔

وہ اپنے ہاتھوں سے خود اپنی تقدیر لکھنے والی تھی۔اب چاہے وہ اس سے سیدھے راستے کو اپنے لیے منتخب کرے یا غلط۔ کیا فرق پڑتا ہے؟

وہ چلتی ہوئی اپنے ہوٹل سے باہر آئی اور پھر ٹیکسی میں سوار ہوئی۔اس کا جسم ہر طرح کے حجاب سے عاری تھا۔اس کے نزدیک اس کا ماضی بھیانک تھا اور میں کہتی ہوں اس کا حال بھیانک تھا۔

وہ کچھ دیر بعد اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ چکی تھی۔اس نے ڈرائیور کو پیسے دیے تھے اور پھر اس آٹھ منزلہ عمارت میں داخل ہوئی۔ ریسپشن پر پہنچ کر اس نے اپنا تعارف کروایا۔

"میں خولہ ہوں۔ سر عزیر نے بلایا تھا۔" ریسپشنسٹ نے اسے کچھ دیر انتظار کے بعد ساتویں فلور پر ایک ملازم کے ہمراہ بھیج دیا تھا۔

وہ اندر داخل ہوئی تو وہاں تین مرد اور دو عورتیں پہلے ہی موجود تھیں۔

Clubb of Quality Content

اسے دیکھتے ان کے چہروں پر الگ ہی چمک ابھری تھی جو اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہی تھی۔ وہ مسکرا دی۔

"السلام۔۔۔"

"Hi, Khawla"

اس کے سلام کرنے سے پہلے ایک عورت نے کہا تھا۔ وہ شکل سے برطانوی لگتی تھی اور اس کا لہجہ بھی اس بات کی تصدیق کر رہا تھا۔

"ہائے۔" اس نے کہا۔

ہیزل رنگ کی آنکھیں مسکراتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ وہ بہت خوش تھی۔ اسے سب سے متعارف کروایا گیا اور پھر سے اوڈیشن دینے کو کہا گیا تھا۔

اس دفعہ یہ براہ راست تھا کہ اس سے اس کی غلطیاں معلوم ہو سکتی تھیں اور یہ بھی کہ وہ کس قدر اس فن سے روشناس ہے۔

اسے کسی رونے والے سین کو کر کے دکھانا تھا۔ اس نے کچھ دیر سین کو پڑھ کر سمجھنے میں لی تھی لیکن اس مختصر وقت میں اس نے ایک چیز شدت سے محسوس کی تھی اور وہ تھا عزیر کا

اسے تاڑنا۔

وہ اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ عزیر کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں جو اسے غیر ارادی طور پر غیر محفوظ کر رہی تھیں لیکن وہ بولنے کی طاقت نہ رکھتی تھی۔

خولہ نے جو اپنے اوپر خول چڑھایا تھا اس کے پیچھے اب بھی ایک ڈرا سہما معصوم سا دل بستا تھا جو اسے خود کے لیے بھی لڑنے سے روکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ خاموش رہی تھی۔ عورت ہمیشہ اپنے اوپر اٹھنے والی ہر نظر کو پہچان جاتی ہے اور وہ اُس شخص کی نظر سے ٹپکتی ہوس کو دیکھ سکتی تھی۔

اس نے بمشکل سین یاد کیا اور پھر اپنا اوڈیشن دیا۔ اسے اس کی کچھ غلطیاں بتائی گئی اور پھر وہ باری باری اٹھ کر چلے گئے تھے۔ آخر میں عزیر اس کے پاس آ کر رکا تھا۔

وہ اس کے قریب جھکا تھا اور اس کی آنکھوں ں میں دیکھتے بولا۔

"تمہارا اوڈیشن میں پکا کروا دوں گا۔ فکر مت کرو۔۔۔"

وہ پیچھے ہو گیا تھا۔

خولہ کی جان میں جان آئی اور اسی وقت اس کے منہ سے تشکر کے کلمات ادا ہوئے۔ عزیر

ایک بار پھر اس کی طرف جھکا تھا۔

"۔۔لیکن ہر چیز کی قیمت ہوتی ہے۔وقت آنے پر تمہیں بتادوں گا۔"

وہ کہتا پلٹ گیا اور جیسے اس کی جان سلب کر گیا تھا۔اس کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا۔

تو کیا جو اس نے اس کے بارے میں سن رکھا تھا وہ سب سچ تھا؟

"خولہ، یہ سب بس ڈرانے کے لیے ہے۔ تمہیں خود کو بہادر دکھانا ہے۔"اس نے خود کو تسلی دی۔

یا کہو جھوٹی تسلی دی تھی۔

خدا نے اسے پہلی وارننگ دے دی تھی لیکن جن کو ہدایت نہ آنی ہو انہیں نہیں آتی حتی کہ وہ خود ہدایت نہ مانگے۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اس کے ٹک ٹک کرتی ہیل کی آواز اب دور جا رہی تھی۔کمرے میں پڑی اشیاء نے افسردگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

نجانے کیوں لوگ خود کو آباد کرنے کے خواب لیے ایسی جگہوں پر آ جاتے ہیں؟

کمرے کی ہر چیز آج پھر ماتم کناں تھی۔

✥-------—✥

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ آنکھیں اب بھی شب خوابی کا شکار تھی۔ بارہ بج چکے تھے اور اسے معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ چلتی ہوئی دروازے تک گئی اور دروازے کھولتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"اماں بی۔۔" اس کی زبان سے پھسلا۔

اس کے تایا اور تائی کے ساتھ وہ بھی دروازے میں کھڑی تھیں۔

اس نے انہیں راستہ دیا اور پھر انہیں سلام کیا۔ وہ جب اندر آ چکے تو وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔ کچھ دیر میں وہ پانی لیے ان تک آئی اور ان تینوں کو گلاس تھمایا۔ پھر وہ اسی طرح ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا، بی اماں۔" اس نے شکایت کی۔

اماں بی نے پانی کا گلاس لبوں سے جدا کرتے لالہ رخ کو گھورا۔

"لالہ رخ، اولسیار کہاں ہے تمہیں معلوم ہے؟ تم اس کو کدھر دھکیل آیا ہے بچے۔ وہ اس پہ تشدد کریں گے۔ سات دن کم نہیں ہوتے بچے۔ ابھی تو پھر بس چار دن ہوئے ہیں۔"

وہ بھی اب اس سے شکایت کر رہی تھیں۔

"اماں بی، فکر نا کریں۔ میں ابھی جاتا ہوں تھانے۔۔ لالہ رخ، وہ کس تھانے میں ہے؟"

اب کے اس کے تایا نے اماں بی کو مطمئن کرنے کے بعد لالہ رخ سے پوچھا۔

"لالا کو وہ کچہری والے تھانے میں لے کے گئے تھے۔ شاید وہیں ہو۔۔ مجھے معلوم نہیں

ابو۔"

"ٹھیک ہے، میں چلتا ہوں اس کی خبر لینے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولے۔

"اسفند، ابھی۔۔" بی اماں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی جب وہ بول پڑے۔

"اماں بی، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ اب نا گیا تو وقت کی ڈور ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

اسفند پلٹ گئے تھے۔

وہ گئے تو لالہ رخ اماں بی کے پاس آ بیٹھی۔ اس کی تائی نے اسے حوصلہ دیا تو وہ مسکرا دی۔ لالہ

رخ نے بی اماں کے کندھے پر اپنا سر ٹکا دیا۔

وہ افسردہ تھی۔

کچہری میں واقع یہ تھانہ باقی بہت سے تھانوں کے برعکس کچھ بڑا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی روش تھی جس کے بائیں جانب وہ عمارت کھڑی تھی۔ عمارت کا رنگ کچھ حد تک سرمئی اور نیلے کے درمیان کا تھا۔ دو سیڑھیاں چڑھ کر تھانے کا سلاخوں والا دروازہ تھا۔ اندر داخل ہو تو دائیں جانب ایس ایچ او کا کمرہ تھا جبکہ بائیں جانب چند دوسرے نچلے اہلکاروں کے کمرے۔ بالکل سیدھ میں بھی کوئی کمرہ تھا۔

ایس ایچ او کے کمرے کے آگے ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس میں دو چھوٹے کمرے تھے جن کے آگے سلاخیں لگی تھیں۔

سلاخوں کے پار تین لوگ موجود تھے جو کہ عام حالت میں تھے سوائے اس چوتھے شخص کے جو زمین پر اکڑوں بیٹھا تھا۔ اس نے سر اپنے گھٹنوں کے بیچ دبا رکھا تھا۔ وہ اولسیار تھا۔

اسفند جب وہاں داخل ہوئے تو لوگ معمول کے مطابق کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ مالی پودوں کی کاٹ چھانٹ میں مصروف تھا۔ وہ اندر بڑھ کے سیدھے ایس ایچ او کے کمرے کی جانب بڑھے۔

یہ ایک وسیع کمرہ تھا۔ صاف شفاف کمرے میں ہر چیز اپنی جگہ موجود تھی۔ کمرے کے بائیں

جانب دیوار گیر بڑی سی کھڑکی تھی جس پر پردے گرے ہوئے تھے جو باہر کی روشنی کو اندر آنے سے روکے ہوئے تھے۔ تقریباً درمیان میں ایک لکڑی کی چمکتی دمکتی کرسی ٹیبل پڑے تھے جس پر فوٹو فریم، پین ہولڈرز، کچھ شیلڈز، چند فائلز وغیرہ پڑی تھیں۔

کرسی کے بالکل پیچھے موجود دیوار پر فوٹو فریمز اور چند سنجریاں موجود تھیں جن میں قرانی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ میز کے بالکل سامنے بھی دو کرسیاں تھیں اور اس کے سامنے والی دیوار کے ساتھ صوفے بھی موجود تھے۔

وہ اسے ایچ او کو اپنے آنے کے بارے میں مطلع کر چکے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ان میں سے ایک صوفے پر

براجمان ہو گئے۔ تقریباً نو منٹ بعد وہ اندر آئے۔ وہ ایک خوبرو مرد تھا جس کے چہرے پر ایک انچ جتنی داڑھی تھی اور ساتھ ہلکی بڑھی مونچھیں۔ ان کی شخصیت سے رعب ٹپکتا تھا۔ ان کی بغل میں ان کی بھورے رنگ کی لاٹھی دبی تھی۔ وہ اسفند کے ساتھ بغلگیر ہوئے اور پھر انہیں اپنے سامنے موجود کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود دوسری جانب جا بیٹھے۔ کرسی کو تھوڑا قریب کیا۔ ان کے دونوں ہاتھ ٹیبل پر دھرے تھے۔

Clubb of Quality Content

"کہو اسفند کیا ہوا ہے ؟"ایس ایچ او سر فراز چوہدری نے پوچھا۔

وہ کافی نرم گو تھے۔

"تمہیں پتہ ہے۔اولسیار کیس کا۔وہ میرا بھانجا ہے۔اس سے ملنا ہے مجھے۔"اسفند نے اپنا

مدع پیش کیا۔

"وہ قتل کا مجرم ہے اور اس وقت جسمانی ریمانڈ پر یہاں موجود ہے۔اس وقت ملاقات کی

اجازت صرف وکیل کو دی جاتی ہے۔"وہ صاف گوئی سے بولے۔

"میں اس کا وکیل ہوں۔میں پہلی پیشی میں پہنچ نہیں سکا۔"اسفند اسی وقت بولے۔

وہ اس کا کیس نہیں لینے والے تھے لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ سر فراز اولسیار سے ملنے نہیں

دیتا بس یہی وجہ تھی کہ انہیں مجبورا یہ کہنا پڑا۔سر فراز نے جانچتی نظروں سے انہیں گھورا مگر

پھر سر کو ہلکے سے خم

دیتے بیل بجائی۔

ایک پولیس اہلکار اندر آیا جسے انہوں نے اسفند کو اولسیار سے ملوانے کے ساتھ ساتھ اپنے

لیے چائے بھی طلب کر لی۔اسفند ان کا شکریہ ادا کرتے،اس پولیس اہلکار کے ساتھ باہر

آ گئے۔

اس اہلکار نے جیل کی طرف اشارہ کیا اور پھر خود پلٹ گیا۔

اس راہداری کی شروعات میں ایک اور ویسا ہی سلاخوں کا دروازہ تھا جو اس وقت کھلا تھا۔ وہ تین چار قدم چل کر اس سیل کے قریب جا پہنچے تھے۔ وہ زیادہ دور نہ تھا۔ وہ اسے کچھ پل دیکھتے رہے۔ ان کی اس حرکت کو محسوس کرتے کسی نے اولسیار کو ہلایا، جس سے اس نے چہرہ اوپر کر کے اس شخص کو غصے سے گھورا۔

اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں ایسے جیسے وہ ابھی ابل کے باہر کو آ گریں۔ وہ بھیانک لگ رہا تھا۔

اس شخص نے اسفند کی طرف اشارہ کیا تو اولسیار نے اس جانب دیکھا۔ وہ انہیں دیکھ کر دو پل کو چونکا، مگر پھر وہ تاثر غائب کر دیا۔

"اولسیار۔۔" اسفند نے اسے پکارا۔

اس کا جسم دکھ رہا تھا۔ درد کی لہر اب بھی جسم میں دوڑ رہی تھی۔ اس نے خود کو اٹھانے کی کوشش کی مگر جسم ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ ہر عضو درد کر رہا تھا۔ اس کی کمر پر جگہ جگہ ٹیسیں

اٹھ رہی تھیں جیسے وہاں کوئی کرنٹ سا لگ رہا ہو۔اس کے منہ سے کراہ نکلی لیکن وہ خود کو گھسیٹتا، سلاخوں کے اس پار کھڑے اسفند کے قریب ہوا۔

اسفند پنجوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے، دیکھو اپنا حال بچہ۔" اسفند نے افسوس سے کہا۔

"نورے کو کیوں مارا اولسیار؟ کہاں کیا ہے اس کی لاش کو؟" وہ پوچھ رہے تھے اور اولسیار نے انہیں سرد مہری سے دیکھا۔

"وہ مر گئی ہے اتنا کافی ہے نا؟" وہ بولا۔

"میں کیسے مان لوں کہ جس کے لیے تم نے گدی کو ٹھکرا دیا اسے تم نے قتل کر دیا؟" اسفند نے سوال کیا تو وہ تنزیہ مسکرایا۔

"وہ بڑی دنیا کے خواب لے کر یہاں آئی تھی اس بارے میں معلوم نہیں تھا مجھے۔اس نے کہا تھا وہ بس وہاں نہیں رہنا چاہتی تو میں اسے یہاں لے آیا۔اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا کہ اس کا مقصد کیا ہے تو میں اسے وہاں ہی اپنے ہاتھوں سے مار ڈالتا۔میری غیرت کو اس نے یہاں آ کر کچلا،اس کا بدلہ تو وہ چکا چکی۔اس کی لاش۔۔"

وہ رکا تھا۔ جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کی۔ آنکھیں بند کیں تو سامنے چند منظر آ کھلے۔ ان

میں وہ بس پانی

دیکھ پایا تھا۔ اس حسین دلربا کی آنکھوں سے نکلتا پانی جو اس سے التجا کر رہی تھیں۔ اس نے

آنکھیں کھول دیں۔

"۔۔وہ ڈوب گئی۔"

وہ بس یہی بولا تھا کہ اسفند کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔

اس کے باپ نے بھی اپنی بیوی کو ڈبو کے مارا تھا۔ وہ خود مر گیا لیکن اپنا بیٹا پیچھے چھوڑ گیا جس

کی رگوں میں بھی اسی کا خون دوڑتا تھا۔

"تم گدی سنبھالو گے؟" یہ سوال تھا۔

اولسیار نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"اگر تم گدی سنبھالنے کا وعدہ کرتے ہو تو میں تمہیں اس سب سے نجات دلا لوں گا۔ تمہیں

یہ سب اور نہیں سہنا پڑے گا۔" وہ کہہ رہے تھے کہ اولسیار مسکرایا۔

اس کی آنکھیں مزید سرخ ہوئیں۔

"کسی کے کہنے پر اسے ٹھکرایا ہوتا تو میں شاید اس پر نظر ثانی کر لیتا لیکن اب نہیں کر سکتا۔

میری راکھ بھی اس کا پتہ نہیں دے گی۔ آپ کو میرے لیے ہاتھ پیر مرنے کی ضرورت

نہیں ہے۔ اولسیار نے اپنی قسمت کی آگے ہار مان لی ہے۔ موت اگر مجھے گلے لگانا چاہتی ہے تو

میں اسے اپنے دونوں ہاتھ کھول کے خوش

آمدید کہوں گا۔"

وہ آنکھیں موند گیا۔

اسفند نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بے حس بنا بیٹھا رہا جس وجہ سے

انہیں تھک ہار کے واپس جانا پڑا۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ چلے گئے تو اس نے آنکھیں کھولی تھیں اور اس شخص کو انگلی کے

اشارے سے اپنے قریب بلایا۔

"آئندہ مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

وہ قریب آیا تو تو اس نے زہر خند لہجے میں کہا۔

اس شخص نے جب اسے ہلایا تھا تو اس کی پیٹھ کے زخم پھر سے کھل گئے تھے جواب تک اسے

تکلیف دے رہے تھے۔

وہ شخص اسے گھور کر پلٹ گیا۔

وہ بستر میں نیم دراز تھی۔ کمرے کی ساری لائٹس بند تھیں۔ کمرے میں ہر سو اندھیرا پھیلا تھا۔ فون بجا تو اس سے پیدا ہونے والی روشنی نے کمرے کو کچھ حد تک منور کیا۔

خولہ نے سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھایا۔ سکرین پر انگریزی حروف یو کے ساتھ سیکرٹری لکھا تھا۔ وہ عزیر کی سیکرٹری کی کال تھی جس نے اسے پچھلی دفعہ کال کی تھی۔ اس نے موبائل اٹھا کے کان سے لگایا تھا اور ساتھ ہی اٹھ بیٹھی۔

"السلام علیکم خولہ کل فائنل اوڈیشن ہے تو آ جانا۔ میں تمہیں لوکیشن پھر سے بھیج دیتی ہوں۔" اس لڑکی نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا تو دوسری جانب موجود لڑکی نے خدا حافظ کہہ کر کال کاٹ دی۔

اس نے اپنے اوپر کمل کمبل کو اتارا۔ دسمبر کی سردی بڑھ رہی تھی۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج اس کا اپنے لیے خریداری کرنے کا ارادہ تھا۔ وہ میڈیسن سکوئر

(Madison Square)جانے والی تھی۔

✣-------——✣

اس نےMadison Squareسے اپنے لیے کپڑے لیے تھے جو وہ آج پہننے والی تھی۔ سفید گھٹنوں سے کچھ اوپر آتی قمیض کے ساتھ کھلی جینز پہنے، پاؤں میں سفید جوگرز تھے۔ گلے میں نیلے رنگ کا مفلر رڈالا۔ بال کھلے تھے جس سے زیادہ سردی نہ لگتی تھی۔ لیکن اس نے پھر بھی ایک جینز کی جیکٹ اپنے لیے ساتھ رکھ لی کہ اگر شام میں سردی زیادہ بڑھ گئی تو وہ اسے پہن سکے۔

اس نے آج بہت ہلکا میک آپ کیا تھا۔ کانوں میں اویزے تھے جو اس کے بالوں کے پیچھے کبھی چھپ جاتے اور کبھی ظاہر ہو جاتے۔ غرض وہ آنکھ مچولی کھیلنے میں مصروف تھے۔

اس نے آج بھی اپنے لیے کیب کروائی اور پھر اس میں بیٹھ کر وہ پھر سے اسی ہوٹل میں آچکی تھی۔

آج اسے ریسپشنسٹ نے کافی زیادہ دیر انتظار کرنے کو بولا تھا اور وہ اسے انڈسٹری کا حصہ سمجھ کر ویٹنگ ایریا میں بیٹھ گئی۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

خود کو مصروف رکھنے کی غرض سے وہ اپنا موبائل استعمال کر رہی تھی۔ تین گھنٹے میں اس کے موبائل کی بیٹری کافی کم ہو چکی تھی مگر صد شکر وہ بند نہیں ہوا اور اسے میٹنگ کے لیے بلا لیا گیا۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ نجانے کیوں اس کی چھٹی حس اسے خطرے کا بتا رہی تھی مگر وہ خود کو بہلاتی ساتھویں فلور پر آ پہنچی۔ دروازہ آج بھی بند تھا۔اس نے آگے بڑھ کر اسے دھکیلا اور پھر اندر داخل ہوئی۔دروازہ خود بخود بند ہو چکا تھا۔

آج یہاں صرف عزیر موجود تھا۔

"اور یہاں کوئی نہیں ہو گا؟"خولہ نے پوچھا جس پر عزیر مسکرایا اور ساتھ ہی نفی میں سر ہلا دیا۔

اس نے اسے سکرپٹ دیا۔

حیران کن طور پر آج اس کا کردار بدل دیا گیا تھا۔وہ ایک ڈرامے کا سکرپٹ تھا جس ہیں ماسے ایک امیر لڑکی کا کردار نبھانا تھا جو کسی پر چیخ رہی تھی۔اس نے سکرپٹ کو اچھے سے پڑھا تھا اور

پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔اس نے اپنا بیگ اور موبائل ٹیبل پر چھوڑا۔وہ اب دیوار کو دیکھتی،اس پر چیخ رہی تھی۔ایسے جیسے وہاں کوئی شخص کھڑا ہو۔

"مفلر اتار دو،خولہ۔اس سے تمہاری موومنٹ صحیح نہیں ہو رہی۔"عزیر نے اسے ٹوکا۔

وہ غیر آرام دہ محسوس کر رہی تھی مگر اس کی ہدایت پر عمل کرتے اس نے مفلر اتار کے ٹیبل پر رکھ دیا۔

وہ اب ایک بار پھر اسے سین کو کر رہی تھی جب عزیر اٹھ کر اس کے قریب آیا۔قریب پہنچ کر اس نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"مجھ پر چیخو۔۔ویسے تمہاری احساسات باہر نہیں آرہے۔"اس نے کہا اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

خولہ نے ڈھیر سارا تھوک نگلا مگر پھر وہ اسی طرح چیخی۔

'میری گاڑی کی چابی کہاں ہے؟'

وہ کہہ رہی تھی کہ عزیر نے ان کے بیچ ایک قدم کا فاصلہ عبور کرتے اس کے اور قریب ہوا۔

اس نے خولہ کا ہاتھ پکڑا اور وہ بس سن ہو چکی تھی۔اس کی پکڑ کے پیچھے چھپی حوس کو وہ

محسوس کر رہی تھی۔اسے اپنی روح پرواز کرتی محسوس ہوئی۔

آج اس کا سات دن کا جسمانی ریمانڈ ختم ہو چکا تھا لیکن پولیس کو کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا۔تھرڈ ڈگری ٹارچر سے بھی وہ کچھ نہیں بولا تھا۔شاید وہ مرنے کا خواہش مند تھا۔اسے موت سے ڈر نہیں لگتا تھا اور یہی چیز اسے بے خوف کرنے کے لیے کافی تھی۔

وہ آج پھر اسے کورٹ لے جا رہے تھے۔

کچھ صحافی آج بھی موجود تھے لیکن اس دفعہ کیمرے اور مائیک کے ساتھ۔یعنی یہ کیس اب بڑی خبروں کی زینت بن چکا تھا۔

رپورٹر چیخ چیخ کر اولسیار کی آج کورٹ میں پیشی کے متعلق لوگوں کو آگاہ کر رہے تھے۔

وہ اس سب بھیڑ میں سے نکلتا جا رہا تھا۔اس کے سر پر سیاہ کپڑا تھا۔وہ جب کورٹ میں داخل ہو چکا تو کپڑا اس کی چہرے سے اتار دیا گیا۔ہتھکڑیوں میں قید ہاتھوں کو اس نے حرکت دینے کی کوشش کی تو درد کی لہر جسم میں سرائیت کر گئی۔وہ چلتا ہوا کورٹ کے باہر پہنچ چکا تھا۔قطار میں مختلف کمرے تھے جن میں مختلف کیسوں کے سنوائی ہو رہی تھی۔وہ پولیس اہلکار کے

ساتھ ایک بینچ پر بیٹھ چکا تھا۔

اس سے پہلے تین اور کیسوں کی سنوائی تھی۔

وہ آنکھیں موندے سر دیوار سے ٹکا چکا تھا۔کچھ دیر گزری تھی کہ اسے کسی کی موجودگی کا

احساس ہوا۔اس

کی بی اماں کے ساتھ لالہ رخ وہاں موجود تھی۔اس وقت اسے بے بسی کا احساس ہوا۔

اس وقت اسے خود پر غصہ آیا۔

اس وقت اس کا دل چاہا کہ وہ سب سچ بول دے۔

اس کی وجہ سے اس کی بی اماں کہاں کھڑی تھیں۔

اسے پچھتاوا ہو رہا تھا لیکن وہ خالی ہاتھ رہ گیا تھا۔

پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"اولس۔۔"بی اماں نے اسے پکارا مگر وہ خاموش رہا۔ نظریں ان کے جوتے پر گاڑ دیں۔

وہ ان کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔

کاش وہ سب کرنے سے پہلے اس منظر کو سوچ لیتا تو شاید وہ خود مر نا پسند کرتا نہ کہ اسے لیکن

یہی تو المیہ ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو دنیا میں بہت سے جرائم مکمل طور پر ختم ہو جائیں۔ کوئی بھی نہیں سوچتا اور جو سوچ لے وہ خود کو بچا لیتا ہے۔

"لالا۔۔" لالہ رخ نے اب کے سے پکارا۔

بی اماں دور جا کھڑی ہوئی تھیں۔

"لالا، تم مجھے وجہ بتا دو۔ تم نے نور کو کیوں مارا؟ کیا وہ پھر سے وہی خواہش کر رہی تھی؟" اس نے امید

لیے پوچھا تو اولسیار نے اسے دیکھا۔

اس کی سبز آنکھوں میں امید تھی کہ وہ اسے بتا دے گا اور نہ جانے کیوں آج اولسیار کا دل کیا کہ وہ اسے بتائے۔

"ہاں۔۔ وہ پھر خواہش کر رہی تھی۔" اس نے شکستہ سا جواب دیا۔

"کیا خواہش کرنا اتنا برا ہے؟"

اس نے پھر سے بینچ پر بیٹھے خوبرو مرد سے پوچھا جو کہ اب بہت بیمار دکھ رہا تھا۔ سات دن کے جسمانی ٹارچر نے اس کی توانائی سلب کر لی تھی۔

"نہیں۔۔ضد پر اڑ جانا برا ہے۔وہ اڑ گئی تھی اور میں خود کے آگے ہار گیا۔"وہ بولا تو آنکھیں پھر سے بے تاثر ہو گئیں۔

لالہ رخ نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"تم نے کہا تھا تم بابا جیسے نہیں بنو گے لیکن مجھے ایسا لگتا ہے تم ان سے بھی برے ہو گئے ہو۔ تم نے اسے مارا تھا لیکن میرے لیے تم بھی مرتے جا رہے ہو کیونکہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔میں تمہاری آنکھیں پڑھ سکتی ہوں،لالا۔تم سچ میری آنکھوں میں دیکھ کر بولتے ہو اور جھوٹ میرے جوتے کو دیکھتے ہوئے۔تم غلط کر رہے ہو،لالا۔"وہ کہتی،اس سے دور ہو گئی۔

Clubb of Quality Content

FROM NOVEL-HUT

No worries if you are a writer and are confused about where

.to publish your novel. novel - hut is here

To publish your novel, contact us on Instagram: _novel_hut_.

!Enjoy reading

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے نفی میں سر ہلایا اور پھر پشت بینچ کے ساتھ ٹکا دی۔ سر دیوار کے ساتھ ٹکا تھا۔ کچھ دیر میں اس کے کیس کے سنوائی تھی۔

خاموشی میں کمرۂ عدالت اپنی مثال آپ تھا۔ ہر طرف صرف سانسوں کی آواز تھی۔ جج، گواہ اور وکیل سب اپنی اپنی جگہ موجود تھے۔

یہ اس کیس کی دوسری پیشی تھی۔

لالہ رخ آج بھی ہمیشہ کی طرح چادر لیے بیٹھی تھی مگر آج اس کے ساتھ اس کے گھر والے بھی موجود تھے۔

وہ اس کیس میں بطورِ گواہ تھی۔

اپنوں کے لیے گواہی تو دے دی جاتی ہے مگر اسے ماننا اور جھٹلانا دونوں ہی مشکل ہے، پھر چاہے وہ حق کی گواہی ہو یا خلاف کی۔

"ملزم اولسیار عدالت میں پیش ہو۔"

جج کے حکم پر اولسیار کو عدالت میں لایا گیا۔ آوازیں بلند تھیں، لالہ رخ نے آنکھیں بند کر کے آنسو روکے۔

اولسیار کے ساتھ ملزم سننا انتہائی مشکل تھا۔

اولسیار جھکے سر کے ساتھ عدالت میں داخل ہوا۔

سرگوشیوں کی آواز اور زیادہ ہو گئی۔ وہ کٹہرے میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ اس کی نظر بی اماں پر پڑ ی۔

اولس نے رخ موڑ لیا، اسی کی وجہ سے آج سب عدالت میں تھے، اس سے بُرا کیا ہو گا؟

"اولسیار، آپ پر اپنی بیوی خولہ نور کے قتل کا الزام ہے، کیا آپ اپنا جرم قبول کرتے ہیں؟"

جج کی پُر وقار آواز عدالت میں گونجی، اور یہ آواز ہر آواز پر بھاری تھی۔

"ملزم اولسیار، عدالت آپ سے سوال کرتی ہے، کیا آپ نے یہ قتل کیا ہے؟"

جج کی آواز پھر سے گونجی تھی۔ ہر ایک کی سانس تھم چکی تھی۔ لالہ رخ نے شدت سے دعا کی کہ قاتل ہونے سے منع کر دے۔ اولسیار قاتل نہیں ہو سکتا۔ اسفند کو تو بس سچ چاہیے تھا۔

قتل ہوا تھا تو لاش۔۔ نہیں ہوا تھا تو نور ے۔

"نہیں، میں یہ جرم قبول نہیں کرتا۔"

عدالت کی ہواؤں نے رخ بدل لیا تھا۔

لالہ رخ بینچ پر ڈھے سی گئی۔

اسفند نے چہرہ موڑ کر اولس کو دیکھا جس کی نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں، جیسے سچ بول کر بھی وہ سچ نہ بول سکا ہو، کچھ تو باقی تھا، یا شاید سب کچھ باقی تھا؟

"وکیلِ صفائی، آپ اپنے گواہ پیش کریں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیس شروع ہو چکا تھا، اب یا تو وہ باعزت بری ہوتا یا مجرم قرار دیا جاتا۔

صرف دو راستے تھے، اور دونوں میں اس کی قسمت کا فیصلہ الگ تھا، مگر کیا اولس یہ بھول گیا تھا کہ قسمت اپنے راستوں سے انسان کو انجان رکھتی ہے۔

"یور آنر، میرے مؤکل اولسیار کو اس کے گھر سے صبح چھ بجے بغیر ایف آئی آر کے گرفتار کیا گیا۔ پولیس کو کال صبح ساڑھے چار سے پانچ بجے کے درمیان کی گئی، جو کہ اولس کی اپنی بہن نے کی۔ مس رخ، ول یو پلیز؟"

اسفند نے ہاتھ کے اشارے سے لالہ رخ کو کٹھرے میں بلایا۔

یہ عدالت تھی، یہاں نہ کوئی بہن تھی نہ کوئی تایا، صرف ایک رشتہ تھا، وکیل اور گواہ کا، اور یہ بات کون نہیں جانتا، عدالت رشتے ختم کر دیتی ہے۔

چادر کے ہالے میں چھپے چہرے اور روئی آنکھوں کے ساتھ لالہ رخ کٹھرے میں کھڑی تھی۔

اس کے سامنے ہی اولس تھا، نظریں نہیں اٹھائی تھیں، وہ اٹھ ہی نہ سکیں۔

"آپ کا نام اور ملزم سے آپ کا تعلق؟"

عدالت نے رشتہ توڑ دیا، اور اسفند کی آنکھوں میں رخ کے لیے اجنبیت نے اس بات پر مہر لگا دی تھی۔

"میرا نام لالہ رخ ہے اور اولسیار ہمارا لالا ہے۔"

اولسیار نے بے اختیار لالہ کی طرف دیکھا۔

"لالہ رخ، کیا آپ نے اولس یار کو قتل کرتے دیکھا؟"

وہ اس وقت تذبذب کا شکار تھی۔

"نہیں، مگر ہم نے خون دیکھا تھا۔"

"جب آپ نے قتل ہوتے نہیں دیکھا تو پولیس کو کال پر کیوں کہا گیا کہ 'اولس نے قتل کر دیا ہے'؟"

اسفند کا لہجہ سرد تھا۔ بے لچک۔

"جب بھائی گھر سے گیا تھا تو بھابھی گھر میں نہیں تھیں۔ ان کے کمرے میں خون تھا، ہمیں جو صحیح لگا ہم نے بتا دیا۔"

"مس رخ کی گواہی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نہ تو کسی نے میرے مؤکل کو قتل کرتے

دیکھا، نہ کسی نے لاش دیکھی۔ خون کا تعلق صرف قتل نہیں ہوتا، ہو سکتا ہے اس تاثر کا کوئی اور بھی رخ ہو۔"

"ابجیکشن (Objection)، یور آنر! میرے فاضل دوست باتوں کو گھمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بے شک خون قتل نہیں ہوتا، مگر اس کیس کے پس منظر میں کچھ ایسی باتیں ہیں جن سے یہ قتل اور قاتل دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں لالہ رخ سے سوال پوچھ لوں؟"

اس عورت نے پہلی بات جج سے جبکہ دوسری بات اسفند سے پوچھی تھی۔ انداز اس قدر طنزیہ تھا کہ اسفند نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"لالہ، آپ لوگوں کو پنڈی آئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟"

"پانچ مہینے ہو گئے ہیں۔" اس نے نہ سمجھی سے جواب دیا تھا۔

"اور پنڈی آنے کی کوئی خاص وجہ؟"

"بھائی ہم دونوں کو بھابھی کی وجہ سے ادھر لایا تھا۔ بھابھی کہتی تھیں کہ وہ گھر والوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں۔"

بی اماں نے آسودگی سے لالہ کو دیکھا۔

"تو اس وجہ سے گھر میں لڑائی بھی ہوئی ہو گی؟"

"نہیں، بھائی نے سب کو بتایا تھا کہ انہیں شہر میں کام ہے، اس لیے وہ ہمیں ساتھ لے جا رہے ہیں۔"

"اولسیار جھوٹ بول کر انہیں ادھر لائے تھے؟" پوچھا گیا۔

'اور اس نے جھوٹ بولنا کب سیکھا؟' اس کی تائی نے سوچا۔

"جی۔" ایک لفظی جواب۔

راز کھلنا شروع ہو چکے تھے اور جواب مختصر سے مختصر تر ہوتے جا رہے تھے۔

"آپ کے بھائی اور بھابھی کے شادی کے بعد کیسے تعلقات تھے؟"

"لالا بھابھی کی بہت عزت کرتا تھا، مگر ان دونوں میں روز لڑائی ہوتی تھی۔ بھابھی کسی بات پر لالا سے ناراض رہتی تھیں۔"

وکیل صاحبہ نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔

"لالہ رخ، یہ بتائیں، آپ کی والدہ کی موت کیسے ہوئی تھی؟"

”Objection، یور آنر! خاتون غلط سوال کر رہی ہیں۔ان کے مرحوم والدین کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“اسفند نے اعتراض اٹھایا۔

”کیس سے نہیں، ان سے تو ہے نا، اور خون اپنا اثر رکھتا ہے۔“

”Objection Sustained(اعتراض منظور)۔وکیلِ استغاثہ کیس کے متعلق سوالات کریں۔“

اسفند نے اپنار کا ہوا سانس بحال کیا۔

”لالہ، آپ نے ابھی ذکر کیا کہ آپ کی بھابھی ناراض رہتی تھیں، ایسی کیا وجہ تھی کہ روز لڑائی ہوتی تھی؟“

”وہ بھابھی کچھ کرنا چاہتی تھیں جس سے بھائی منع کر رہے تھے۔“

اولس کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔سچ کم از کم اس طرح سامنے نہیں آسکتا تھا۔

”مجھے کچھ کہنا ہے، یور آنر۔“وہ اسی وقت بول پڑا۔

فیصلہ بے وقت تھا۔انجام برا ہو سکتا تھا، مگر اسے پرواہ نہ تھی۔

Clubb of Quality Content

"اولسیار، آپ اس طرح عدالت کی کارروائی میں دخل نہیں دے سکتے۔ آپ کو جو بھی کہنا ہے، اپنی باری پر بولیے گا۔" جج نے اسے ٹوکا۔

"میں اقرار کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بے دھڑک بولا۔

"جی؟؟"

"میں، اولسیار، اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کا قتل——"

عدالت کا دروازہ وا ہوا۔ پولیس کانسٹیبل کے ساتھ ایک خاتون اندر داخل ہوئی۔

"مداخلت کے لیے معذرت، جج صاحب، مگر یہ خاتون کہہ رہی ہیں کہ یہ اولسیار کی بیوی ہیں۔"

Clubb of Quality Content

وہ بے یقین ہوا۔ اسے یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بے اختیار اس نے کٹہرے کی ریلنگ کو تھاما۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا وہ یہاں کیوں تھی۔ وہ ایک ہی پل میں مختلف احساسات سے گزر رہا تھا اس نے نظر اٹھا کے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا ایک امید جاگی کہ کیا پتہ یہ وہ نہ ہو۔

------——

قتل کی رات۔

وہ بستر میں نیم دراز تھا۔ کمرے میں ہیٹر چل رہا تھا جس وجہ سے کمرے میں سردی کا احساس نہ ہوتا تھا۔

اولسیار کی نظریں سامنے کھڑی اپنی بیوی پر تھی جو نتھنے پھولائے کھڑی تھی۔

"آج سونے کا ارادہ نہیں ہے کیا، ز٥٥٥؟"(میری جان)اس نے محبت سے پوچھا۔

خولہ نے سر نا میں ہلایا اور پھر اس کے پاس آئی۔

"اولسیار۔۔"اس نے محبت سے اس کا نام لیا۔

کوئی سمجھائے اس لڑکی کو وہ جب اس کا یوں نام لیتی تھی تو وہ خود کو بے بس محسوس کرتا تھا۔

"مجھے شوبز میں جانا ہے۔ یہ میرا خواب ہے۔ میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔"اس نے اپنی بات مکمل کی تو اولسیار آہ بھر کے رہ گیا۔ یعنی آج رات وہ پھر نہیں سونے والے تھے۔ جس جس رات وہ شوبز میں جانے کی بات کرتی اور اولسیار اسے سمجھاتا، وہ دونوں رات آنکھوں میں گزار دیتے۔ اور آج پھر وہی رات تھی۔

"ز٥٥٥۔۔"

"اولسیار۔۔ تم مجھے ہمیشہ ٹال دیتے ہو۔ اب ایسا نہیں کرو۔ کچھ دن میں ایک ڈائریکٹر کے

ساتھ میری

میٹنگ ہے۔میں نے اپنا اوڈیشن دو مہینے پہلے دیا تھا وہ انہیں اب دکھائی دیا ہے۔مجھے جانے دو۔۔"وہ اس کی بات شروع ہونے سے پہلے بولی۔

"تم نے کہا تھا تم راولپنڈی اس لیے نہیں آئی۔۔تم نے جھوٹ بولا؟؟"وہ پوچھ رہا تھا۔امید لیے آس سے۔

خولہ نے سر کو ہلکے سے جنبش دی۔وہ اس کی بات کو رد نہیں کر رہی تھی۔

"نور، تم پاک عورت ہو۔کیوں خود کو بدنام کرنا چاہتی ہو؟تم ہیرا ہو۔۔"اولسیار اب اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہاں میں ہیرا ہوں اسی لیے تو سب کے سامنے چمکنا چاہتی ہوں۔۔تم کیوں مجھے روک رہے ہو؟؟"وہ اب کے تلخ ہوئی۔

آہ وہ ضد پر اڑ رہی تھی۔

خواہش کرنا واقعی برا نہیں تھا لیکن ضد۔۔وہ اسے یہ جانتے ہوئے کہ وہ خود کو جہنم میں دھکیل رہی تھی کیسے جانے دیتا؟

Clubb of Quality Content

ماں جانتی ہے کہ بچے کو چھری نہیں دینی چاہے وہ ضد کرے کیونکہ اس سے جانے انجانے میں وہ خود کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔وہ بھی بس اُسی ماں کا کردار نبھا رہا تھا۔وہ چھبیس کا تھا۔ کم از کم اُس سے زیادہ دنیا دیکھی تھی اور وہ اچھے سے سمجھتا تھا کہ وہ جو چاہ رہی تھی وہ غلط تھا۔

خولہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے چہرے کے تاثرات کچھ منفرد تھے۔

وہ غصے میں تھی۔

"ز٥٥٥۔۔"وہ بیڈ سے اتر کے اس کی طرف بڑھا تھا جب خولہ نے اپنے ہاتھ آگے کیے۔اس کے ایک ہاتھ میں چھری تھی جو اس نے اپنے الٹے ہاتھ کی کلائی پر رکھی۔

آہ یہ ڈراموں کی شوقین لڑکی ان سے کس قدر غلط چیزیں سیکھتی تھی۔ڈراموں کی چیزیں وہیں ہی اچھی لگتی ہیں۔

کوئی اس لڑکی کو بتاتا کہ وہ اس کی روح کی تکلیف دے رہی تھی۔

"مجھے جانے دو اولسیار۔اگر میں یہاں رہی تو مر جاؤں گی۔میں خود کو مار لوں گی۔۔تم یہ چاہتے ہو میں مر جاؤں؟؟"وہ اسے ڈرا رہی تھی۔

"ز ٥٥٥۔۔"اس نے اسے پھر سے پچکارنے کے لیے پیار سے کہا تو وہ اسی وقت چیخی۔

"مت کہو مجھے ز ٥٥٥۔۔مجھے جانے دو اولسیار۔۔میری کامیابی خود میرے پاس چل کر آرہی ہے۔پرسوں میری میٹنگ ہے ابھی نہ گئی تو۔۔"

وہ کہہ رہی تھی جب وہ اچانک سے آگے بڑھا اور چھری اس کے ہاتھ سے لی۔یہ کرتے خولہ کے کلائی پر ہلکا سا کٹ لگا تھا جس سے خون رسنے لگا تھا۔خون کے چند قطرے زمین پر گرے۔

اس نے اس کی کلائی کو اپنی مٹھی میں دبوچ کے خون کو روکا۔

"واپس دو!!"وہ اسی وقت چیخی۔وہ اس کی گرفت سے خود کو بچانے کی کوشش کرتی،اس کے ہاتھ سے چھری لینے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہیں جانا ہے نا؟ٹھیک ہے۔۔چلو میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں لیکن آئندہ یہ حرکت مت کرنا۔"وہ چھری کو دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ ساکن ہو چکی تھی۔

پھر وہ بے یقین ہوئی اور پھر خوشی۔

بے تحاشا خوش۔

وہ اب اس کی گرفت سے خود کو آزاد نہیں کرا رہی تھی۔

اولسیار نے چھری زمین پر پھینکی اور ساتھ ہی الماری سے ایک کپڑا نکالا۔ وہ اس کے ساتھ چل رہی تھی کہ اس کی کلائی اب بھی اس کی گرفت میں تھی۔ اس نے کپڑے کو منہ کے زریعہ چھوٹا کیا اور پھر اس کی کلائی پر باندھا۔

اس کے سفید کرتے پر چند بوندیں گر چکی تھیں۔

"اپنا سامان لو۔ میں گاڑی نکال رہا ہوں۔ آ جاؤ۔" اولسیار کہتے ہی باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بیگ لیے اس کے ساتھ آ بیٹھی۔

"یہ کارڈ رکھ لو۔ کام آئے گا۔ 2003 اس کا پاسورڈ ہے۔"

وہ گاڑی ریورس کرتے ہوئے بولا۔

دو ہزار تین خولہ کا سن پیدائش تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اسے ریلوے اسٹیشن چھوڑ کر خود گھر واپس چلا گیا۔

خولہ نے اسے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ شاید وہ واقعی جانے کے لیے بے تاب تھی۔

وہ چلی گئی تھی اور گھر میں موجود لالہ رخ نے پولیس کو اس کے متعلق خبر کر دی۔اسے لگا تھا وہ اسے قتل کر چکا ہے۔

وہ گھر آیا تو لالہ رخ اسے کچن میں بیٹھی دکھی۔

وہ اس کے پاس چلا آیا۔

"نور کہاں ہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی اور وہ سمجھ چکا تھا۔

"وہ مر گئی۔۔" وہ کہتا آگے بڑھا تھا جب پولیس کے سائرن کی آواز آئی۔

وہ جو اندر جا رہا تھا پلٹا۔اس نے نہ سمجھی سے لالہ رخ کو دیکھا۔

پھر پولیس اندر آتی دکھائی دی۔وہ سمجھ چکا تھا اس لیے خاموش رہا۔

وہ اسے یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ نور زندہ تھی اور شوبز میں اداکارہ بننے کے لیے گئی تھی۔

وہ چلی گئی تھی مگر وہ پھر بھی اس کی عزت کی حفاظت کر رہا تھا۔خود چاہے اس کی غیرت مٹی میں مل چکی تھی۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ خولہ نور پر کسی بھی قسم کی انگلی اٹھائی جائے۔اس لیے وہ خاموش رہا۔اگر ایک قتل کا کیس بنتا تھا تو یہ اور بھی ٹھیک تھا آخر کو ایک دن خولہ نور نے دنیا کے سامنے آنا تھا۔

پھر شاید وہ سب کو راضی کر لیتی۔ بس اسی لیے اس نے خود پر سارا الزام لے لیا۔

اس نے عزیر کو دھکا دیا تو وہ اس اچانک افتاد پر لڑکھڑا کے پیچھے کو گرا۔

وہ اسی وقت اپنا پرس اٹھاتی باہر کو بھاگی۔ عزیر اس کے پیچھے نہیں گیا تھا کہ ایسا کرنے سے وہ پکڑا جاتا۔

وہ ہانپتی کانپتی باہر آئی اور پھر ویٹنگ روم سے اپنی جیکٹ لی۔ وہ بنا پیچھے دیکھے اب دوڑ رہی تھی۔

شام ہو چکی تھی۔ سردیوں میں اندھیرا کتنے جلدی ہو جاتا ہے پتہ ہی نہیں چلتا۔

وہ اب میٹرو تک آ چکی تھی۔ اپنی سانسوں کو بحال کرتی وہ میٹرو کی طرف بڑھی۔ اس نے اپنے لیے ٹکٹ لیا اور پھر وہ ویٹنگ ایریا میں انتظار کرنے لگی۔

وہ اب بھی ہانپ رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ تب ایک لڑکی اس کے ساتھ آ کر بیٹھی۔ اس نے ہراساں نظروں سے سیاہ عبایا والی لڑکی کو دیکھا جو شرعی پردہ کیے ہوئے تھی۔

وہ اپنے بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟"لڑکی نے اس سے پوچھاتو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیا ہوا؟"اس نے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا۔۔میں بس تھک گئی ہوں۔۔میں گھر واپس جانا چاہتی ہوں لیکن ڈر ہے اگر اس نے مجھے قبول نہ کیا تو؟"

"کس نے؟"لڑکی نے پوچھا تو خولہ نے ساتھ بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔

"تم شرعی پردہ کیوں کرتی ہو؟"اس نے الٹا سوال کیا۔

لڑکی نے پہلے نہ سمجھی سے اسے دیکھا اور پھر وہ سمجھ گئی۔یقیناً خولہ اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کیونکہ یہ میرے اللہ کا حکم ہے۔۔"

خولہ مسکرائی تھی۔آسودگی سے۔

وہ کیسے اپنے اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال سکتی تھی؟اولسیار بھی تو اسے یہی سمجھاتا تھا۔

"اور۔۔؟"خولہ نے پوچھا۔

"کیونکہ میں اولاد آدم ہوں۔وہ اولاد جسے عورت کہتے ہیں۔وہ اولاد جس کے بارے میں اللہ

نے ایک پوری سورت، النساء اتاری۔۔اور اس لیے بھی کہ یہ میری ڈھال ہے۔۔حوس پرست لوگوں سے۔میں ایک سٹوڈنٹ ہوں۔روز تعلیم کی غرض سے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ایسے میں یہ مجھے بچاتا ہے۔" وہ محبت سے بولی۔

"لیکن صرف لڑکیاں ہی کیوں؟" خولہ نے پوچھا تو وہ لڑکی مسکرائی۔

"قران پاک میں دونوں کو حکم ہے، لڑکی۔دونوں کو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کے ساتھ نگاہیں نیچی کرنے کا حکم ہے۔ہاں آج کل کے کچھ لوگ اسے اوپریشن(Oppression) کہتے ہیں۔۔جبر۔۔۔" وہ آسودگی سے مسکرائی۔

اس وقت میں میٹرو سٹیشن پہ رکی تو لوگ اس میں سوار ہو کے اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔اس لڑکی کو بھی جانا تھا مگر نا جانے کیوں دل کہہ رہا تھا تھوڑی دیر اور رک جائے۔

"میں بھی انہی میں سے ہوں۔۔" اس نے کہا۔

لڑکی چونکی۔اسے شاید خولہ سے اس کی امید نہیں تھی۔

"کیوں؟" لڑکی نے محتاط لہجے پوچھا۔

"کیونکہ ہمیشہ سے میں کر کے بس گھٹن کا شکار رہی۔ہاں ایک وقت ایسا آیا تھا کہ میں عادی

ہو گئی لیکن چھوٹ ملنے پر میں نے اسے اتار دیا۔۔وہ مجھ پر impose کیا گیا تھا۔وہ چادر، دوپٹہ سب ایک قید کی مانند تھا۔۔"خولہ نے افسردگی سے کہا۔

میٹرو جا چکی تھی۔ہر دو سے پانچ منٹ بعد یہاں اور میٹرو آکر رکی تھی۔

"اب نہیں ہے؟"

"نہیں۔۔آج احساس ہو رہا ہے۔۔آج سمجھ آ رہا ہے وہ مجھے جو کچھ سمجھاتا تھا۔وہ بتاتا تھا کہ یہ میری حفاظت کے لیے ہے مگر میں اسے ٹال دیتی تھی۔۔خیر۔۔"

اس نے ایک گہرا سانس جارج کیا۔

"تم پریشان ہو۔۔کیا ہوا ہے؟"لڑکی نے اس کی پریشانی بھانپتے پوچھا۔

"مجھے ڈر ہے،اپنے عمل کے نتیجے کا ڈر۔۔مجھے واپس بھی جانا ہے اور نہیں بھی جانا ہے۔میں کہیں اور جا بھی نہیں سکتی۔مگر کیا وہ مجھے قبول کرے گا؟؟"وہ خود کلامی کے سے انداز میں بول رہی تھی۔

"اگر تمہارا ضمیر مطمئن ہے تو تمہیں کسی چیز کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔"لڑکی نے اپنی عقل کے مطابق بات کی تھی۔وہ اس کا مسئلہ تو نہیں جانتی تھی۔

"اولسیار جتنا اچھا تھا میں اس کے لیے اتنی ہی بری بیوی ثابت ہوئی۔ کاش میں اس کی بات مان لیتی۔"

"ایک سیکنڈ۔۔ تم اولسیار خان کی بات کر رہی ہو؟ جس نے سات دن پہلے اپنی بیوی کو مارا۔۔ خولہ۔۔ کیا تم خولہ نور ہو؟" لڑکی نے کچھ یاد آنے پر پوچھا۔

خولہ کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کے جانے کے بعد کیا ہوا تھا وہ اس سے انجان تھی۔

لڑکی نے اپنا موبائل نکالا اور ایک خبر لگا دی۔ وہ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے کی خبر تھی جس میں اولسیار کا جسمانی ریمانڈ ختم ہونے کے ساتھ اس کی کل دوسری پیشی کے مطلق بتایا جا رہا تھا۔

"کل اس کیس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ تم نے کیا سوچا ہے؟؟" لڑکی نے سوال کیا تو وہ چند پل اسے دیکھتی رہی۔

"دوسری پیشی میں کیس کا فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا اولسیار اعتراف کرنے والا ہے؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اعتراف کا تو نہیں معلوم۔ مگر اس کے خلاف ایف آئی آر اسی کی بہن نے درج کروائی تھی۔

ون سائیڈڈ کیس کے فیصلہ جلدی ہو جایا کرتے ہیں۔" لڑکی نے تفصیل سے جواب دیا۔

لڑکی نے وقت دیکھا تو اسے وقت گزرنے کا احساس ہوا۔

"مجھے جانا ہوگا۔۔ مما انتظار کر رہی ہوں گی۔" لڑکی نے خولہ کو مطلع کیا۔

اگلی میٹرو دو منٹ بعد آنے والی تھی۔

"مجھے لگتا تھا حجاب میرے لیے نہیں ہے۔ مگر میں بھی تو عورت ہوں میں بھی اَلنِّسَآءِ میں شامل ہوتی ہوں تو کیسے یہ میرے لیے نہیں۔ تمہارا شکریہ۔ اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔" خولہ نے اسے اٹھتے دیکھ خوش دلی سے کہا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔۔" خولہ نے میٹرو کو آتے دیکھ اس نے جلدی سے کہا۔

"میرا نام مریم ہے۔" لڑکی نے مسکرا کے جواب دیا۔

"میں تم سے رابطہ رکھنا چاہتی ہوں، مریم۔" خاللا نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

مریم نے محض مسکرا کے دیکھا۔

"میری آن لائن آئی ڈی ہے۔

_Whyhijabi

تو مجھے وہاں میسج کر لینا۔ بس نام بتا دینا میں پہچان جاؤں گی۔ اللہ حافظ۔"

وہ لڑکی چلی گئی تو وہ بھی اٹھ گئی۔ اس کا رخ میٹرو کی طرف تھا۔ وہ اپنے ہوٹل جانے والی تھی۔ آسمان پہ ٹمٹماتے تاروں نے اسے پر شوق نظروں سے دیکھا۔ وہ اس کے پلٹ آنے پر خوش تھے۔

Shock/Denial(صدمہ/انکار)

اسے یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔

Anger(غصہ)

وہ یہاں کیوں تھی؟

Bargaining(سودا بازی/مناجات)

کیا پتہ یہ وہ نہ ہو؟

Depression(اداسی/افسردگی)

او خدا وہ یہاں موجود تھی!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

Acceptance(قبولیت)

اولسیار نے مان لیا تھا کہ وہ وہاں واقعی موجود تھی۔

اور یہاں وہ ہار گیا تھا۔

وہ لڑکی چہرہ ڈھانپے کٹہرے میں کھڑی تھی۔ تمام نظریں اس پر تھیں۔ کیا وہ یہی نہیں چاہتی تھی تو آج وہ ناخوش کیوں تھی؟ شاید جگہ غلط تھی۔۔۔ یا شاید۔۔ سامنے کھڑا انسان۔

"ریکارڈ کے لیے اپنا نام اور ملزم سے تعلق بتائیے" جج نے سوال داغا۔

کیا کوئی تعلق رہ گیا تھا جو وہ بتا سکتی۔

اس نے کچھ چھوڑا ہی نہ تھا۔

"میرا نام خولہ نور ہے اور میں اولسیار کی بیوی ہوں۔"

آج پہلی بار خولہ نے مان لیا تھا کہ وہ اولسیار کی بیوی تھی۔

پہلے وہ نہیں مانتی تھی۔۔ خمیازہ سنگین تھا۔

وہ واپس نہیں جانا چاہتی تھی وہ بس اولس کی بیوی رہنا چاہتی تھی۔ اس انسان سے تعلق رہتا، باقی ساری دنیا خاک۔

Clubb of Quality Content

"آپ اولسیار کی بیوی ہیں تو اتنا عرصہ کہاں تھیں؟ اولسیار پر آپ کے قتل کا الزام کیوں ہے؟"

خولہ جانتی تھی کہ وہ جرم کرنے جا رہی ہے مگر جہاں اتنا کچھ کیا تھا وہاں ایک اور صحیح۔ وہ بھی تو اس کے لیے جھوٹا اقرار کرنے جا رہا تھا۔ ایک قربانی اولس کی تھی اور ایک قربانی اولس کے نام تھی۔

"میں پڑھنے کے لیے باہر جانا چاہتی تھی یہ بات گاؤں کی روایتوں کے خلاف تھی اور اسی وجہ سے میری اور اولس کی لڑائیاں ہوتی تھیں آخری لڑائی ہماری آٹھ دن پہلے رات کو ہوئی تھی۔ میں نے خودکشی کی کوشش کی تھی مگر وہ صرف اولس کو ڈرانے کے لیے تھا۔ میرا خون دیکھ کر وہ ڈرا ضرور تھا۔ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا مگر روایت کے خلاف نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے مجھے بولا کہ وہ مجھے بھیج دے گا۔ مگر یہ سب جھوٹ تھا۔ صبح فجر کی اذان سے پہلے میں نے گھر چھوڑ دیا تھا۔ میں اولس سے ناراض تھی مگر میں یہ نہیں
جانتی تھی کہ یہ سب ہو جائے گا۔۔"

اولسیار نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کا دماغ ہل گیا ہو۔ یہ لڑکی کیا کرنے کی کوشش کر رہی

تھی؟

"مجھے اس سب کا علم نہیں تھا میں آزاد کشمیر میں اپنی ایک دوست کے پاس رہتی تھی۔اس کے گھر میں ٹی وی نہیں تھا صرف اس کا فون تھا جو وہ اپنے پاس رکھتی تھی اور میں نے اپنا فون بند کر رکھا تھا۔میں نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو بھی پتہ چلے کہ میں کہاں ہوں۔۔۔اس نے مجھ سے کبھی میرے شوہر کا ذکر نہیں کیا کیونکہ میں نے اسے بتا رکھا تھا کہ۔۔۔میں نے اسے جھوٹ بتایا تھا کہ میرا شوہر مجھ پر ہاتھ اٹھاتا تھا اس لیے میں گھر چھوڑ آئی۔وہ مجھ سے کبھی اس بارے میں بات نہیں کرتی تھی۔کل اس نے بات کرتے کرتے اولسیار کیس کا ذکر کیا اور مجھے تب معلوم ہوا کہ یہ سب کتنا غلط ہو چکا ہے۔لالہ رخ کو غلط فہمی ہوئی تھی۔اولسیار کبھی قتل نہیں کر سکتا۔"

اس کا سانس بے ربط تھا۔ایک ایک حرف ایک ایک لفظ شروع سے آخر سب جھوٹ تھا۔کیا اولسیار اسے معاف کر دے گا؟

وہ اداکارہ تھی۔

بہترین اداکار۔

اس کی اداکاری نے ہر جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کیا تھا۔

وہ اس کیس میں بطور گواہ نہیں تھی۔

وہ وکٹم تھی۔

وکیلوں نے اس سے سوال جواب نہیں کیے تھے۔ جب کیس ہی ختم ہو گیا تھا تو کیا صفائی، کیا استغاثہ۔

"مس خولہ کی گواہی کے بعد اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اولسیار نے قتل نہیں کیا۔ یہ عدالت مس خولہ کو آئندہ ایسا کچھ بھی نا کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ مس رخ سے گزارش ہے کہ آئندہ جذبات کی رو میں بہ کے فیصلہ کرنے سے گریز کریں۔ تمام گواہوں کی گواہی کو مد نظر رکھتے ہوئے، یہ عدالت اولسیار لو اس کیس سے باعزت بری کرتی ہے۔

Court Dismissed."

جج صاحب اٹھ کے جا چکے تھے۔ اولسیار زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ وہ بے یقین تھا اور شاید خوش بھی۔ کٹہرے کی سلاخوں کے پار وہ خولہ کو دیکھ رہا تھا جو دوسرے کٹہرے میں کھڑی تھی۔

لالہ رخ اپنی جگہ جم چکی تھی۔ وہ کس کے پاس جائے۔ وہ اس وقت غصے اور خوشی کے ملے

جلے احساسات سے گزر رہی تھی۔

اسے غصہ تھا۔

اولسیار کے چپ رہنے پر۔

اسے خوشی تھی۔اس کے مجرم ناہونے پر۔خولہ کے واپس آجانے پر۔

اولسیار نے جب اسفند کو خولہ کی جانب بڑھتے دیکھا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اس کا رخ خولہ کے کٹہرے کی جانب تھا۔وہ سب جانتے تھے کہ خولہ کے بیان میں کس قدر حقیقت تھی اور یقیناً اب وہ سوالات کی ضد میں آنے والی تھی۔

وہ اس کے پاس اسفند سے پہلے پہنچ چکا تھا۔

"تایا سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"وہ بولا ہی تھا کہ اسفند ان تک آپہنچے۔

"خولہ۔۔"اسفند نے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔

"تایا ابو، وہ تھک گئی ہے۔ہم گھر جائیں گے اب۔۔"

اولسیار نے خولہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

تو کیا یہ سب بس ایسے ہی ختم ہو جانا تھا۔وہ اس کے ساتھ چلتی جارہی تھی۔وہ بنار کے باہر آ

گئے تھے۔

خولہ کے معاملے میں اولسیار سے کوئی سوال نہیں کرتا تھا۔ کسی کو اجازت نا تھی۔

"اولس۔۔" خولہ نے اسے پکارا۔

اولسیار نے دو پل اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر رخ موڑ لیا۔

اس کا سانس بے ترتیب ہوا۔

کیسا سحر کرتی تھی یہ لڑکی۔ اس کی آنکھیں۔۔ان میں موجود پانی۔

آہ یہ لڑکی۔۔

ٹیکسی آچکی تھی۔ وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود اگلی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ یہ کرتے وقت اس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات تھے۔ دل کا درد کچھ کم ہوا تو اب باقی زخم ہرے ہو چکے تھے۔ اس کی یہ حرکت خولہ نے بخوبی دیکھی تھی۔

-------——

وہ گھر پہنچ چکے تھے۔ اولسیار کا رخ کمرے کی جانب تھا۔ اسے تکلیف ہو رہی تھی چلنے میں لیکن وہ خود پر ضبط کیے چلتا رہا۔ خولہ اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ وہ دونوں ایک ساتھ کمرے

میں داخل ہوئے۔

"تم واپس کیوں آگئی ہو، خولہ؟

اس نے اسے ز°°°نہیں کہا تھا۔ خولہ نے یہ بات شدت سے محسوس کی تھی۔

وہ اس وقت سنگھار میں اس کے سامنے کھڑا تھا اور خولہ بیڈ پہ جا کے بیٹھ چکی تھی۔

"کیونکہ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں کتنی غلط تھی۔ تمہیں چھوڑنا، وہ شوق، وہ بہت مہنگے تھے۔ وہ میرے لیے نہیں تھے۔ کچھ برا ہونے سے پہلے ہی مجھے بتا دیا گیا کہ میں کون ہوں۔۔"

اولسیار کو معلوم تھا کچھ برا ہونے سے وہ کیا مراد لے رہی تھی مگر وہ اسے سننا چاہتا تھا۔

"تو پھر بتاؤ کون ہو تم؟"

اولسیار نے ایک بار پھر سوال پوچھا۔

اس کی آنکھیں آج پھر نم تھیں۔

"میں وہ ہیرا ہوں جس کو چھپا کے رکھنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ دنیا کی لالچ سے چھپانے کے لیے۔ میں وہ عورت ہوں جسے پردے کا حکم دیا گیا کہ وہ پاک رہے۔ مجھے پاک رہنے کے لیے

ہی بنایا گیا تھا۔ شاید اسے لیے مجھے تمہیں دیا گیا جو میری عزت کی حفاظت اپنے آپ سے بڑھ کر کرے۔"

وقت لوٹ کے آیا تھا۔ وہی کمرہ۔۔ اس میں وہی لوگ۔ مگر ان سات دنوں میں کیا کچھ نہیں ہوا تھا۔۔ کیا کچھ بدل گیا تھا۔۔

"خولہ، تمہارے لیے واپس آئی ہے، اولسیار۔ اس نے ضد چھوڑ دی ہے۔ کیا تم مجھے واپس قبول کرو گے؟"

وہ دونوں ایک دوسرے کو شیشے میں دیکھ سکتے تھے۔ اولس نے کچھ قدم اس کی طرف لیے اور گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھا۔

انا خود اس مرد پہ قربان ہوئی تھی۔

"مجھے خولہ کل بھی قبول تھی، آج بھی ہے، اور آگے بھی رہے گی۔ مگر تصحیح کرو خولہ، تم اپنے لیے واپس

آئی ہے۔ یہ تمہارا امتحان تھا۔۔ تم نے جیت لیا۔"

اولسیار نے عقیدت سے اس کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگایا۔

دونوں کے آنسو بے ربط تھے۔

تشکر کے آنسو۔۔

کھو کے پالینے کے آنسو۔۔۔

قسمت نے ان پہ رشک کیا تھا۔

"اولسیار۔۔"

خولہ نے اسے پکارا، آواز بے حد کم تھی۔

"کہوز ooo؟"

اب وہ اس کی گود میں سر رکھے زمین پہ بیٹھ چکا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔

جسم میں درد تھا مگر دل پر سکون تھا۔

"تم نے الزام جھٹلایا کیوں نہیں؟ کیوں خود کو ملزم کہنے دیا۔"

اولیس نے آنکھیں کھول کے چہرہ اوپر کیے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں محبت، سوال، نمی، سب بیک وقت امڈ آیا تھا۔

وہ آج وہیں تھا جہاں اسے ہونا چاہیے تھا۔ وقت گزرتا رہا، سوال ہوتے رہے۔

جواب دیے گئے۔رازوں کو اسی طرح عیاں ہونا تھا۔وہ عیاں ہو رہے تھے۔کمرے کی دیواروں نے وقت واپس آتے دیکھا۔ایک وہ دن تھا جب وہ لڑ رہے تھے۔ایک آج کا دن تھا جب سب ٹھیک ہو رہا تھا۔

اسی لیے تو لکھاری لکھتا ہے کہ قسمت کے کھیل قسمت ہی جانے۔

خولہ نے اولسیار کو سب بتا دیا۔عزیر سے ملاقات، وہ لڑکی، سب کچھ۔۔

اولس بھی بولتا رہا۔گرفتاری کی صبح سے جیل کی وہ راتیں۔۔

وہ بولتے رہے، سنتے رہے اور وقت مسکراتا رہا۔

اولسیار کمرے سے جا چکا تھا۔خولہ مریم کی آئی ڈی ڈھونڈ رہی تھی جب کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔

وہاں لالہ رخ کھڑی تھی۔آنکھوں میں تھکن واضح تھی۔

"آ جاؤ، لالہ۔۔وہاں کیوں کھڑی ہو؟"

اس نے لالہ رخ کو اشارے سے پاس بلایا تو وہ آہستہ آہستہ چلتی اس تک آئی۔

وہ کیا کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی مگر لفظوں نے ساتھ نہیں دیا۔

"بھابھی۔۔"

اس نے بولنے کی کوشش کی مگر بہے تو صرف آنسو۔

خولہ نے لالہ رخ کا ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے پاس بٹھایا۔وہ اگر رو رہی تھی تو وہ اسے رونے دینا چاہتی تھی۔

"بھابھی ہماری وجہ سے لالا کو جیل میں رہنا پڑا۔۔"

"دیکھو لالہ رخ غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے...تم نے جذبات میں آ کے فیصلہ کیا۔۔یہ غلط تھا لیکن اب ہم اس سب سے نکل آئے ہیں۔اللہ تعالی امتحان دیتے ہیں تاکہ ہم اس سے کچھ سیکھیں۔اس لیے پریشان نہ ہو سب بالکل ٹھیک ہے۔"

خولہ نے اس کا گال تھپتھپایا تھا۔

لالہ رخ نے اس سے،اولس کے جھوٹ بولنے کے بارے میں نہیں پوچھا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ نہیں بتائے گی۔

وہ اس کی بیوی تھی اور اسے راز رکھنے آتے تھے۔

"میں خولہ نور ہوں۔ وہ لڑکی جس نے اپنی غلطیوں سے سیکھا۔ ایک وقت وہ تھا جب میں اپنے آپ کو آزاد کروانے کا سوچتی تھی۔ پتہ ہے کس سے؟ اس رشتے سے جس میں مجھے کم سنی میں باندھ دیا گیا۔ وہ مجھے جبر لگتا تھا۔ بس یہی وجہ تھی کہ میں نے کچھ الگ کرنے کا سوچ لیا۔ جب اکیس کی ہوئی تو میری شادی ہو گئی۔ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا اور میں یہ جانتی تھی۔ بس اسی لیے اسے ہر بار راضی کر لیا۔ پہلے اس نے میرے لیے اپنی گدی چھوڑ دی۔ میرے کہنے پر وہ مجھے لیے دوسرے شہر آبسا۔ میں نے اداکاری کی ضد شروع کر دی۔ وجہ؟؟ کیونکہ میں کچھ منفرد کرنا چاہتی تھی۔

اپنے خاندان کے لوگوں کے منہ پر تمانچہ مارنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ شخص مجھے سمجھاتا تھا۔ جب جب میں نے ضد کی اس نے مجھے سنبھال لیا۔ لیکن ایک دن میری بس ہو گئی۔ ہماری شادی کو ایک سال سے اوپر ہو گیا تھا۔ ہم ہر اگلے دن لڑتے اور میں اس سے تنگ آ گئی تھی۔ وہ مجھے سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ میں ہیرا ہوں۔۔ اور میں۔۔۔ میں نے اس سے کہا، ہوں اسی لیے چمکنا چاہتی ہوں۔ میں نے اسے ڈرا دھمکا کے خود کی آزادی کا پروانہ مانگ لیا۔ وہ مجھے اسٹیشن تک چھوڑنے چلا گیا کہ اسے نہیں پتہ تھا کہ میری میٹنگ اسی شہر میں ہے۔ میں نے

اسے مڑ کر نہیں دیکھا کہ اسے یہ پتا نا چل جائے کہ میں اسی شہر میں رہنے والی تھی۔

وہ چلا گیا تو میں بھی ایک ہوٹل میں چلی آئی۔ وہاں رہی۔۔ میٹنگ بھی ہو گئی۔۔ اس کے پیسوں سے لیے گئے شوخ کپڑے پہن کر کیونکہ میں تو آزاد تھی۔ حجاب تو Oppression تھا۔ وہی Oppression جسے میں نے اس سے دور ہوتے ہی اتار دیا۔

لیکن پھر مجھے اس کے الفاظ سمجھ میں آئے۔ میں ہیرا تھی جسے باہر کے دنیا کچل دیتی ہے کیونکہ دنیا کو پہچان نہیں ہوتی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ کہتا تھا کہ ہیروں کو سنبھال کے رکھا جاتا ہے ورنہ وہ چوری ہو جاتے ہیں۔

میں جب چوری ہونے والی تھی تب شاید اللہ کو منظور نہیں تھا۔

بچ گئی۔

اس دن ایک لڑکی بھی ملی تھی مجھے۔ کہتے ہیں نا کبھی کبھی باہر کی ٹھوکر لگنا ضروری ہوتا ہے۔ قریبی کوئی سمجھائے تو سمجھ نہیں آتا۔ مجھے بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ دن ہے اور آج کا دن۔

میں کہہ سکتی ہوں میں جہاں ہوں بہت بہتر حالت میں ہوں۔

ہر چیز پہلے سے لکھی جا چکی تھی اور میں آخر تک پہنچ گئی۔

آج میں یہاں ہوں۔ اپنے شوہر کی اجازت سے۔ اس کے ساتھ کی وجہ سے۔ میری اصل کہانی تو شاید اب شروع ہو گی۔" اس نے کہتے ہی موبائل میں بنتی ویڈیو کو بند کیا۔

وہ خولہ نور تھی جو اس وقت شرعی پردہ کیے ایک ویڈیو بنا رہی تھی۔ وہ اب دوسروں کو حجاب کرنے کا پیغام دینے والی تھی۔ اولسیار نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر اس کے ساتھ آ بیٹھا۔

"ز ooo" اس نے پیار سے کہا تو خولہ نے اسے چت رسید کی۔

"مجھے ز ooo مت کہو۔"

وہ اس سے دور ہوئی تو اولسیار نے اسی وقت اس کے گرد اپنا بازو پھیلا کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"ضد نہیں کیا کرو ز ooo۔" وہ خولہ کے منہ پر انگلی رکھتے ہوئے بولا، جو اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

خولہ نے اولسیار کے ہاتھ پر چٹکی کاٹی تو وہ درد سے بلبلا اٹھا۔ ہاتھ اچانک سے دور کرنے پر پرانے زخم درد کرنے لگے تھے۔ نقاب کے پیچھے چھپی اس کی شاطرانہ مسکراہٹ کو وہ اس کی

آنکھوں کے ذریعے پڑھ سکتا تھا۔

"سوريي۔۔"(Soowry)

وہ اب کے اس سے دور چلی گئی۔

پھر وہ واپس آئی تو ہاتھ میں مرہم تھی۔

اس نے اس کے کف فولڈ کیا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اس کے ہاتھ میں مرہم لگانے لگی۔ وہ اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ زخم بھرنے میں کچھ وقت شاید اور لگنا تھا۔

-

(ختم شد)

الحمدللہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842